8

دل بدلے تو زندگی بدلے

پارٹ-1

علم دل میں کیسے اترتا ہے؟!

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علم دِل کے اندر کیسے اُترتا ہے؟

استاذہ نگہت ہاشمی

علم دِل کے اندر کیسے اُترتا ہے؟

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : علم دل کے اندر کیسے اترتا ہے؟
مصنفہ : نگہت ہاشمی
طبع اول : مئی 2007ء
تعداد : 2100
ناشر : النور انٹرنیشنل
لاہور : 98/CII گلبرگ III فون : 042-7060578-7060579
فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1، کینال روڈ فون: 041 - 872 1851
بہاولپور : 7A، عزیز بھٹی روڈ ماڈل ٹاؤن اے فون: 062 - 2875199
2885199، فیکس : 062 - 2888245
ملتان : 888/G/1، بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی بوسن روڈ گلگشت
فون: 061 - 6223646
ای میل : alnoorint@hotmail.com
ویب سائٹ : www.alnoorpk.com
النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:
موزن کمیونیکیشنز 48-B گرین مارکیٹ بہاولپور
فون نمبر: 062. 2888245
قیمت : روپے

ابتدائیہ

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرہ:۱۵۶)

"یقیناً ہم اللہ کے ہی ہیں اور اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں"۔

یقیناً یہ ایک بہت بڑی reality ہے۔اس دنیا کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔اسی کی ذات کا علم معرفت ہے اور یہ معرفت دل کے اندر پیدا ہوتی ہے۔واقعی یہ سب سے مشکل کام ہے کہ انسان اپنے شعور سے اپنے رب کو پہچان لے۔اللہ تعالیٰ کی معرفت انسان کو علم کے توسط سے ہوتی ہے۔یہی انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے۔

یہ علم جب دل کے اندر پہنچ جاتا ہے، دل میں اس کی سچی تصویر بن جاتی ہے اور اس کا عکس اگر دل کے اندر آجاتا ہے تو دل کی کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے اور رب کے ساتھ تعلق بڑا گہرا ہو جاتا ہے۔روشنی تک لے جانے والی اور تاریکیوں سے نکالنے والی کون سی چیز ہے؟ یہ علم ہے اور علم ہی تو دل کو روشن کرتا ہے، علم کی وجہ سے تو رویے بدلتے ہیں، علم ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت ملتی ہے۔علم کی وجہ سے مسلمانوں کو اقتدار ملا تھا، علم کی وجہ

سے ہی تو دنیا میں تبدیلی آئی تھی۔ Revolution ہمیشہ علم کی وجہ سے آتا ہے۔قلب کے اندر بھی اور دنیا میں بھی انقلاب کا ذریعہ علم ہے لیکن کچھ اسباب ایسے ہیں جن کی وجہ سے ایک انسان حقیقت کا علم حاصل نہیں کرسکتا، آخرت کا اِدراک نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کا پتہ نہیں لگا سکتا اور زندگی نہیں بدلتی، زندگی کو صحیح رُخ نہیں ملتا۔

نَضْرَۃُ النَّعِیم پارٹ ون ''دِل بدلے تو زندگی بدلے'' کی آٹھویں کڑی ''علم دِل کے اندر کیسے اُترتا ہے؟'' اس وقت کتابی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں موجود ہے جس میں استاذہ نگہت ہاشمی نے علم کے آئینے کو سامنے رکھ کر دل کو روشن کرنے، ایمان کو بڑھانے، زندگی کے حقائق کو سمجھنے کے لیے بے حد مفید tips کو طالبات کے ساتھ ڈسکس کیا اور مثالوں کے ذریعے تمام معاملات کو اس طرح آسان فہم اور logical انداز میں analyse کیا ہے کہ عقل وفہم کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔ یہ بات چیت انشاء اللہ نہ صرف شائقینِ علم بلکہ عام افراد کے لیے بھی اس سلسلے میں رہنمائی کا باعث ہوگا کہ علم دل کے اندر کیسے اترتا ہے؟

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ تعلیم وتعلّم کی ان کوششوں میں برکت پیدا فرمائے اور اس علم کے توسط سے ہمارے دلوں، گھروں اور معاشرے میں روشنی پھیل جائے۔ آیئے اس روشنی کو مل کر پھیلائیں، دیئے سے دیا جلائیں۔

علم کے یہ قیمتی موتی خود حاصل کریں

اور اپنے پیاروں کو بھی تحفے کے طور پر پیش کریں۔

یہ موضوع آپ کی سہولت کے لیے کیسٹ اور سی ڈی کی شکل میں بھی دستیاب ہے۔

پبلشنگ سیکشن

النور انٹرنیشنل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَخلاق بدلنے کے لئے علم کی ضرورت ہے اور علم لفظوں کی صورت ہو تو اس کو پڑھنا، یاد کرنا اور سنانا آسان ہو جاتا ہے لیکن دل میں اُتارنا مشکل ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے پانی کی سطح پر تیل، اُوپر سے دیکھو تو یوں لگے جیسے اِسی کی حکمرانی ہے اور اندر کا حال اس تیل کی آمد سے پہلے والی صورتحال سے بھی زیادہ خراب ہو جائے۔ اس کے مقابلے میں چینی ہو یا نمک، گھل کر پانی کا حصہ بن جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اَخلاق کو بھی اسی طرح انسان کے وجود کا حصہ بن جانا چاہیے مگر اس راستے میں بڑی رکاوٹ یہی ہے کہ علم آتا تو ہے لیکن دل میں اُترتا نہیں ہے۔

انسان جو معلومات حاصل کرتا ہے اس کا محور و مرکز انسان کا دل ہے۔ قلب جو جسم کے سارے اعضاء کو چلاتا ہے، اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہے کہ وہ انسان کے روحانی اور شعوری معاملات کو بھی چلائے۔ تمام اعضاء انسان کے قلب کے فرمانبردار ہیں، اس کے پیچھے چلتے ہیں۔ قلب کی مثال ایسی ہے جیسے ایک انسان اپنی صورت دیکھنا چاہے تو آئینہ عکس دکھاتا ہے۔ آئینہ ہر محسوس چیز کا عکس دکھاتا ہے۔ حواس سے جسے محسوس نہیں کیا جا سکتا، آئینہ اس کا عکس نہیں دکھاتا۔ اسی طرح جیسے محسوس چیز کا عکس آئینہ دکھاتا ہے، معلوم چیز

کا عکس دل کے اندر اُترتا ہے۔ معلوم چیز کون سی ہوتی ہے؟ جس کا علم ہو۔ جس چیز کا علم ہو اس کا عکس انسان کے دل کے اندر اُبھرتا ہے تو علم کا قلب سے تعلق ایسا ہی ہے جیسے محسوس چیزوں کا تعلق آئینے سے ہے۔

جس طرح آئینہ ایک الگ چیز ہے، محسوس چیزیں الگ ہیں۔ محسوس چیز جب آئینے کے سامنے آتی ہے تو عکس بنتا ہے تو عکس ایک الگ چیز ہے یعنی یہ تین الگ الگ چیزیں ہیں۔ دل کے آئینے کا بھی یہی معاملہ ہے۔ معلومات اور قلب الگ الگ چیز ہے اور معلومات کا جو عکس دل کے اوپر اُبھرتا ہے وہ الگ چیز ہے۔ یہ بھی تین الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ چیز ابتدائی طور پر ذہن میں رکھ لیجیے کہ معلومات جو انسان کو مل جاتی ہیں، ضروری نہیں کہ اس کا عکس انسان کے قلب کے اندر اُبھر آئے۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے سمجھیں گے۔ مثلاً یہ ایک آئینہ ہے، اس وقت یہاں آئینے کے سامنے کتنے محسوس افراد بیٹھے ہیں لیکن آئینہ عکس نہیں دکھا رہا حالانکہ سب افراد موجود ہیں۔ آئینہ عکس کیوں نہیں دکھا رہا؟ کیونکہ وہ افراد آئینے کے سامنے نہیں ہیں، ایک مخصوص زاویے پر نہیں ہیں، اس لیے افراد کے موجود ہونے کے باوجود آئینے میں اُن کا عکس نظر نہیں آئے گا۔ بالکل یہی صورت قلب کی ہے۔ قلب موجود ہے، معلومات بھی ہیں لیکن یہ قلب کے اندر کیوں نہیں اُتر رہیں؟ کیونکہ علم اور قلب آمنے سامنے ایسے زاویے پر نہیں ہیں کہ وہ علم قلب کے اندر اُتر آئے۔ آپ نیچے ہیں، آئینہ اوپر ہے تو عکس نہیں اُبھرے گا۔ آپ ایک کونے میں چلے جائیں، آئینے کے دوسری طرف چلے جائیں، آئینے کی دیوار کے پیچھے چلیں جائیں، عکس نہیں اُبھرے گا۔ پتہ چلتا ہے کہ ایک مخصوص زاویے پر عکس اُبھرتا ہے۔ ایسے ہی علم بھی موجود ہے، ایک انسان کے اندر ہے لیکن قلب کے اوپر اثر انداز نہیں ہوتا۔

کبھی آپ نے کسی سے یہ فقرہ سنا ہے 'ہمیں سب پتہ ہے' لیکن آپ کہتے ہیں کہ ایک

کا عکس دل کے اندر اُترتا ہے۔ معلوم چیز کون سی ہوتی ہے؟ جس کا علم ہو۔ جس چیز کا علم ہو اس کا عکس انسان کے دل کے اندر اُبھرتا ہے تو علم کا قلب سے تعلق ایسا ہی ہے جیسے محسوس چیزوں کا تعلق آئینے سے ہے۔

جس طرح آئینہ ایک الگ چیز ہے، محسوس چیزیں الگ ہیں۔ محسوس چیز جب آئینے کے سامنے آتی ہے تو عکس بنتا ہے تو عکس ایک الگ چیز ہے یعنی یہ تین الگ الگ چیزیں ہیں۔ دل کے آئینے کا بھی یہی معاملہ ہے۔ معلومات اور قلب الگ الگ چیز ہے اور معلومات کا جو عکس دل کے اوپر اُبھرتا ہے وہ الگ چیز ہے۔ یہ بھی تین الگ الگ چیزیں ہیں۔ یہ چیز ابتدائی طور پر ذہن میں رکھ لیجیے کہ معلومات جو انسان کو مل جاتی ہیں، ضروری نہیں کہ اس کا عکس انسان کے قلب کے اندر اُبھر آئے۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے سمجھیں گے۔ مثلاً یہ ایک آئینہ ہے، اس وقت یہاں آئینے کے سامنے کتنے محسوس افراد بیٹھے ہیں لیکن آئینہ عکس نہیں دکھا رہا حالانکہ سب افراد موجود ہیں۔ آئینہ عکس کیوں نہیں دکھا رہا؟ کیونکہ وہ افراد آئینے کے سامنے نہیں ہیں، ایک مخصوص زاویے پر نہیں ہیں، اس لیے افراد کے موجود ہونے کے باوجود آئینے میں اُن کا عکس نظر نہیں آئے گا۔ بالکل یہی صورت قلب کی ہے۔ قلب موجود ہے، معلومات بھی ہیں لیکن یہ قلب کے اندر کیوں نہیں اُتر رہیں؟ کیونکہ علم اور قلب آمنے سامنے ایسے زاویے پر نہیں ہیں کہ وہ علم قلب کے اندر اُتر آئے۔ آپ نیچے ہیں، آئینہ اوپر ہے تو عکس نہیں اُبھرے گا۔ آپ ایک کونے میں چلے جائیں، آئینے کے دوسری طرف چلے جائیں، آئینے کی دیوار کے پیچھے چلیں جائیں، عکس نہیں اُبھرے گا۔ پتہ چلتا ہے کہ ایک مخصوص زاویے پر عکس اُبھرتا ہے۔ ایسے ہی علم بھی موجود ہے، ایک انسان کے اندر ہے لیکن قلب کے اوپر اثر انداز نہیں ہوتا۔

کبھی آپ نے کسی سے یہ فقرہ سنا ہے 'ہمیں سب پتہ ہے' لیکن آپ کہتے ہیں کہ ایک

چیز کا علم بھی ہے، اس کے باوجود زندگی میں تبدیلی نہیں ہے، ایسا کیوں ہے؟ دل آئینے کی طرح نہیں ہے اور آئینے کے تو معاملات ہی ایسے ہیں کہ اُس کا شفاف ہونا اور چمکتا ہوا ہونا ضروری ہے۔ آئینہ جب چمکے گا تب ہی عکس دکھائے گا اور اگر آئینہ دھندلا ہو، اُس پہ زنگ آ جائے تو آئینہ عکس نہیں دکھائے گا۔ اگر آئینہ چمکتا بھی ہو لیکن معلومات اس انداز سے نہ ملیں، علم اور آئینہ دونوں جب تک آمنے سامنے نہیں آتے، علم کا اثر قلب پر نہیں ہوتا۔ جیسے آپ کی تصویر آئینے میں نہیں اتر رہی حالانکہ آپ موجود تو ہیں۔ ہر وہ چیز جس کا علم انسان کو ہوتا ہے وہ چیز دل کے اندر نہیں اُترتی خواہ اس کا کتنا ہی علم ہو۔ کتنے ہی لوگ ہیں جنہوں نے کتب خانے چاٹ رکھے ہیں لیکن ان کے دل نہیں بدلتے، زندگی نہیں بدلتی۔ آپ دیکھیں مستشرقین [Orientlists] قرآن وحدیث کا کتنا علم رکھتے ہیں لیکن زندگی نہیں بدلتی۔ علم ہے، دل بھی ہے، دل اس کا عکس قبول بھی کر سکتا ہے، اس علم کی صورت بھی بن سکتی ہے لیکن نہیں بنتی۔ حائل کیا چیز ہے؟ کون کون سی رکاوٹیں ہوتی ہیں؟ اور کس طرح علم دل کے اندر اُترتا ہے؟

پہلی چیز فائنل کرتے ہوئے آگے بڑھیں گے کہ آیا ہم نے اسے سمجھ لیا؟ کون سے تین حقائق ہیں؟

❶ آئینہ ہے۔ ❷ عکس ہے۔ ❸ محسوس چیز جس کا عکس بنتا ہے۔

علم کا دل سے تعلق دیکھنا ہے تو آپ تین چیزیں اس کے مطابق بتائیے کیا ہیں؟

❶ علم

❷ قلب

❸ اِدراک

(جو عکس دل کے اندر بنتا ہے اسے اِدراک کہتے ہیں۔)

اِدراک اور فہم حاصل ہونے کو ایک مثال کے ذریعے دیکھیں کہ پھول بھی موجود ہیں،

شہد کی مکھیاں بھی پھر رہی ہیں اور چھتا لگانے کی گنجائش بھی موجود ہے۔ اسباب تو سارے ہی ہیں پھر بھی شہد نہیں بنتا کیوں؟ کوئی وجہ تو ہوگی۔

کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شہد کا چھتا تو موجود ہے لیکن ملکہ اپنے ساتھ کچھ مکھیوں کو لے کر اُڑ گئی اور باقی ماندہ مکھیوں کے پاس کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ بھی اُڑ جائیں۔ لہذا کئی بار چھتے لگے کے لگے رہ جاتے ہیں، پھول بھی موجود ہوتے ہیں لیکن شہد نہیں بنتا۔ حکمت اور دین کا فہم بھی تو شہد کی طرح ہے، یونہی نہیں مل جاتا۔ اس کے لیے جو رکاوٹیں ہیں ان کو دیکھیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ یہ علم دل کے اندر کیسے اُترتا ہے؟ تین چیزیں سمجھ لیں، تینوں الگ الگ وجود رکھتی ہیں اور الگ الگ وجود کے ساتھ وہ مطلوبہ فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ ان میں سے دو چیزیں ایک خاص پوزیشن میں نہیں آتیں۔ اسی طرح تیسرا کام یہ ہوتا ہے کہ جیسے محسوس چیزیں اور آئینہ آمنے سامنے ہوں تو عکس بن جاتا ہے، ایسے ہی معلومات اور قلب ایک خاص پوزیشن میں آتے ہیں، تب علم قلب کے اندر آتا ہے۔

جہاں تک علم کا تعلق ہے ہم سمجھتے ہیں کہ جو چیز بھی ہمارے حواس نے محسوس کر لی تو وہ ہمارا علم بن گئی، جیسے ہم نے کسی چیز کو پڑھ لیا یا دیکھ لیا یا ہم نے کسی چیز کے بارے میں سن لیا تو یہ معلومات علم بن جائیں گی۔ معلومات اور علم میں کیا فرق ہے؟ چیزوں کی حقیقت کی سمجھ علم ہے۔ معلومات، دل اور علم الگ لگ چیزیں ہیں۔ معلومات علم کیسے بنتی ہیں؟ اشیاء کی اصل صورت جو قلب میں اپنی تصویر بنا دیتی ہے، یہ علم ہے۔ رسول اللہ ﷺ یہ دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا

”اے اللہ! مجھے حق کو حق بنا کر دکھانا“۔

حق تو حق ہے۔ حق موجود ہے، قلب بھی موجود ہے لیکن دل کے اندر حق کی جو تصویر

بنتی ہے، دل اسے جس انداز میں قبول کرتا ہے، یہ فقط انسان کا بس نہیں ہے کہ اس میں صحیح صورت بنالے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد چاہیے، کوشش اور طلب چاہیے، اس کے لیے خاص طریقۂ کار اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ اس طرح دل کے اندر حق اُبھرتا ہے۔

علم کیا ہے؟ حق شناسی علم ہے۔ اشیاء کی اصل صورت کا دل کے اندر منعکس ہونا علم ہے۔ فرض کریں کہ کوئی شخص کسی پستول کو پکڑنا چاہتا ہے یا کسی تلوار کو تو ہاتھ بھی موجود ہیں، تلوار کے اوپر یا پستول کے اوپر جگہ بھی بنی ہوئی ہے کہ پکڑنا کہاں سے ہے اور وہ چل بھی سکتا ہے لیکن ہر چیز کے محض اپنی اپنی جگہ پر ہونے سے کام نہیں بنے گا کہ ہاتھ بھی ہیں اور تلوار کا، پستول یا بندوق [gun] کا دستہ بھی موجود ہے اور اس کے اندر چلنے کی صلاحت بھی موجود بھی ہے اور وہ چل بھی جائے۔ جب تک ہاتھ دستے پر نہیں چلے گا، اس کو استعمال نہیں کیا جائے گا، مطلوبہ کام نہیں ہوگا۔ جیسے کسی نے تلوار چلانی ہے تو تلوار کا پکڑنا بھی ضروری ہے اور اس کو چلانا بھی اور اتنی ہمت کا ہونا بھی کہ انسان تلوار چلالے۔ مثلاً ایک چھوٹا بچہ بھی کسی چیز کو پکڑ لیتا ہے لیکن پیچھے مقصد نہیں ہے، لہٰذا وہ اسے پکڑ کر رکھ دے گا جیسے کھلونے کو رکھ دیتا ہے۔ لہٰذا ہاتھ اور تلوار دونوں آپس میں ملتے ہیں اور پیچھے ایک مقصد موجود ہوتا ہے تو کام ہو جاتا ہے۔

کسی کا ہاتھ پستول تک کب پہنچتا ہے؟ اِرادہ پہنچاتا ہے۔ ایسے ہی علم کا دل تک پہنچنا تب ممکن ہے جب اِرادہ ہو۔ ایک انسان کے پاس علم بھی ہو اور صلاحیت بھی ہو، جب تک وہ خود کوشش نہیں کرے گا، علم کیسے حاصل ہوگا؟ جیسے تلوار پر ہاتھ کی گرفت ہے، اسی طرح علم کے لیے کی جانے والی کوشش ہے، اسی کوشش سے ہی تو علم نصیب ہوتا ہے۔ جیسے تلوار کے دستے تک ہاتھ پہنچا تو تلوار قابو میں آئی، اب استعمال ہوسکتی ہے۔ اسی طرح علم قلب تک پہنچتا ہے اِرادے کے ساتھ۔ ایک انسان کے اندر اِرادہ، نیت، تمنا، شدید خواہش، شوق کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ حقیقت واضح بھی ہوتی ہے اور دوسری طرف یہ کہ قلب موجود بھی ہے لیکن علم حاصل نہیں ہوتا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ علم تو قلب تک، حقیقت تک پہنچنے کا نام ہے۔ اگر وہ دل تک نہیں پہنچ سکا تو وہ علم نہیں ہے وہ صرف معلومات ہیں، اس کا قلب سے تعلق نہیں ہوتا۔ knowledge اور چیز ہے، علم اور چیز ہے۔ جب تک کسی چیز کی حقیقت دل کے اندر نہیں اُترتی وہ علم نہیں بنتا۔ جیسے تلوار گرفت میں نہیں آتی تو وہ استعمال نہیں ہو سکتی، ایسے ہی علم بھی اس وقت تک انسان کا اپنا نہیں ہوسکتا جب تک انسان کے اندر ارادہ نہیں ہوتا اور وہ اس کے لیے کوشش نہیں کرتا۔ لہٰذا حقائق کو جاننے اور اشیاء کے علم کے لیے سب سے پہلی چیز جس کی ضرورت ہے وہ ارادہ ہے، ارادے سے علم قلب تک پہنچتا ہے۔

فرض کریں کہ آپ کے اردگرد آگ موجود ہے، آگ کے بارے میں آپ کو پتہ ہے کہ جلاتی ہے، حقیقت کا علم کیا ہے؟ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آگ کے بارے میں آپ جانتے ہیں لیکن آگ آپ کے دل کے اندر اتر نہیں آتی۔ آپ کے دل کو آگ کا پتہ ہے تو کیا اس کی حقیقت آپ کے دل کے اندر اتر آئی؟ آپ آگ کو محسوس کرنے کے قابل ہو گئے؟ مثال کے طور پر جہنم کی آگ کا علم ہے لیکن اس کی کیسی صورت ہمارے ذہن میں بنتی ہے؟ جیسی صورت بنے گی، وہی ہمارا علم ہے۔ اگر یہ صورت صحیح نہیں بنی تو ہمیں علم نہیں، وہ محض information ہے۔ جس چیز کی صورت انسان کے دل کے اندر بنتی ہے، وہاں سے رویے بدلتے ہیں۔ آگ تو باہر ہے لیکن اس کی حقیقت اندر اترتی ہے کہ یہ جلاتی ہے، نقصان پہنچاتی ہے، دل کے اندر اس کا احساس موجود ہے۔

آپ اپنی شکل آئینے میں دیکھتے ہیں تو کیا آپ آئینے کے اندر اُتر گئے؟ نہیں، عکس اُترے گا۔ اس کے لیے کتنا زیادہ ضروری ہے کہ قلب کو آئینے کے سامنے رکھا جائے۔ جب تک کوئی چیز آئینے کے سامنے رہے گی، آئینہ اس کا عکس دکھاتا رہے گا، آپ اس کو ہٹا دیں

عکس ختم ہو جائے گا۔ یہی حال قلب کا ہے۔ آپ علم کو سامنے رکھیں قلب آپ کو عکس دکھاتا رہے گا، اس علم کو چھوڑ دیں قلب بھی عکس دکھانا چھوڑ دے گا، حقیقت کا اِدراک نہیں رہے گا۔ حقائق کے بارے میں جو انفارمیشن ہیں جب تک وہ قلب کے سامنے رہیں گی، قلب تصویر بناتا رہے گا۔ اگر آپ قلب کے سامنے سے ہٹا دیں گے، بھول جائیں گے، یاد نہیں کریں گے تو قلب تصویر نہیں بنائے گا، اس کے اندر وہ بات نہیں رہے گی، وہ احساس اندر سے نہیں اُبھرے گا کیونکہ اب قلب کو آپ نے محروم کر رکھا ہے۔

اِسی طرح آخرت کا علم ہے۔ انسان کا قلب کب تک جہنم کی آگ سے خوف کھاتا ہے؟ کب تک جنت کی مٹھاس محسوس کرتا ہے؟ جب تک وہ معلومات سامنے رہتی ہیں۔ ہمارے پاس جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا علم ہے، علمِ وحی، یہ بھی ہمارا علم تب بنتا ہے جب ہم اسے مستقل سامنے رکھتے ہیں۔ جونہی اس کو ہٹا دیا اس کی وہ تصویر نہیں بنے گی۔ جب ہم پڑھتے ہیں discuss کرتے ہیں تو کیا اس کی تصویر قلب کے اندر رہتی ہے؟ اس کا احساس دل کے اندر ہوتا ہے؟ فرق پڑتا ہے؟ اور اگر یہ نہ ہو، اس کو ایک طرف کر دیں، ایک دن کے لیے بھی تو پھر کیا ہوگا؟ دل پر وہ اثر نہیں رہے گا۔ پھر علم کب تک حاصل کرنا چاہیے؟ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا؟ ''ماں کی گود سے قبر کی گود تک''۔

آج یہ بات سمجھ آئی ہے کہ ہم یہ علم ماں کی گود سے قبر کی گود تک کیوں حاصل کریں؟ اس لیے کہ ہمارے سامنے سے حقائق چھپ جاتے ہیں، دل کے اندر وہ حقیقت راسخ نہیں رہتی۔ بقول شاعر ؎

یاد رکھو تو دل کے پاس ہیں
بھول جاؤ تو فاصلے ہیں بہت

Out of sight,out of mind

جو چیز mind کے سامنے ہوتی ہے بس وہی حقیقت ہے، جو چیز ہٹ جاتی ہے وہ حقیقت نہیں رہتی۔ دل متاثر ہوسکتا ہے، دل صورت گری کرتا ہے، اس کے اندر حقیقت اُترتی ہے۔ بس حقیقت کو دل کے سامنے رہنا چاہیے اور یہ کس ذریعے سے آتی ہے؟ معلومات کے توسط سے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کچھ معلومات دی ہیں جہنم کے بارے میں، جنت کے بارے میں، زندگی کے مقصد کے بارے میں اور دنیا کی زندگی کے بارے میں کہ کیسے زندگی گزارنی ہے؟ کب تک دل جھکا رہتا ہے؟ جب تک اس کو سامنے رکھتے ہیں، سامنے نہ ہو تو تصویر بھی نہیں بنتی۔

دل تو یہ چاہتا ہے کہ ایک بار پڑھ لیا، اب ہمیشہ ہی وہ صورت بنی رہے۔ ایسا نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں پڑھ لیا، اب ہمیں پتہ چل گیا لیکن کیا کریں؟ دل پھر خالی ہو جائے گا۔ آپ خود محسوس بھی کرتے ہیں اور یہ جاننا بھی چاہتے ہیں کہ اندر خالی خالی سا کیوں لگتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کو سامنے سے ہٹا دیتے ہیں، اس کو سوچتے نہیں ہیں، اس پر غور نہیں کرتے، اس کو پڑھتے نہیں تو دل تو خالی ہونا ہی ہے۔ یہ احساس بالکل درست ہے۔ اب دیکھیں کہ علم کی ضرورت کتنی اور کب تک ہے؟ اکیلے بیٹھ کر پڑھنا اور بات ہے لیکن علمی مجالس کی کب تک ضرورت ہے؟ تا حیات۔ زندگی میں تو بھرپور ضرورت ہے کیونکہ علمی مجلس سے رابطہ کٹ جاتا ہے تو تصویر ختم ہو جاتی ہے، دل پھر خالی ہو جاتا ہے۔ اب مسئلہ سمجھ میں آیا کہ دل کیوں خالی ہوتا ہے؟ انسان کیسے اندر سے لُٹ جاتا ہے؟

طالبہ: یہ جو آمنے سامنے angle پر فٹ آنے والا سلسلہ ہے اس میں علمی مجالس کام کرتی ہیں۔ انفرادی طور پر علم سامنے ہوتا ہے، Concentration بھی ہوتی ہے لیکن جو اینگل کا فٹ ہونا اور عکس کا مکمل ہونا ہے، وہ علمی مجالس میں آ کر ہی ہوتا ہے۔

استاذہ: الحمدللہ۔ ایک بات یاد رکھیں کہ آئینے میں عکس تبھی اُبھرتا ہے جب اس کے سامنے

محسوس وجود ہو۔ اسی طرح دل کے اندر بھی علم اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ معلومات سامنے موجود ہوں۔ جب تک علم حاصل کرنے کی کوشش رہتی ہے، اس وقت تک انسان کا دل عکس بناتا رہتا ہے۔

ایک چیز یاد رکھئے گا آئینے میں کوئی صورت سماتی نہیں ہے۔ آپ کھڑے ہو کر دیکھیں تو کیا آئینے میں اتر جائیں گے؟ آپ آئینے میں کیوں نہیں سماتے؟ آئینے میں گنجائش نہیں ہے۔ اس میں اتنی ہی گنجائش ہے کہ عکس بنا دے۔ ایسے ہی علم دل کے اندر عکس بناتا ہے، رہتا نہیں ہے۔ بس انسان کا پرابلم یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں نے capture کر لیا حالانکہ capture ہوتا نہیں ہے، یہ تو صرف عکس بنتا ہے۔ کیوں ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گھروں میں قرار نہیں آتا تھا؟ کیوں ایسا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ہوتا ہوں تو قرار پاتا ہوں؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں نہیں ہوتا تو میری حالت عجیب ہو جاتی ہے، نہ گھر میں جی لگتا ہے، نہ کاروبار میں، خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں، ہر چیز سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں۔ اس دنیا میں تو جب چاہتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر دیکھ لیتے ہیں اور مجھے ڈر لگتا ہے کہ وہاں کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو جنت کے اعلیٰ درجات پر ہوں گے اور ہمیں تو معلوم نہیں کہ جنت جائیں گے بھی یا نہیں؟ ہم کہاں ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ کو یہ گفتگو کتنی پسند آئی تھی کہ عین اس موقع پر اس گفتگو کے درمیان میں فرشتہ بھیج دیا، وحی آ گئی: اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا (النساء:69)

”وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ کیسے اچھے رفیق ہیں جو کسی کو

میسر آئیں''۔

اب بتائیے رفاقت کی بات سمجھ آتی ہے؟ رفاقت کی ضرورت کیوں ہوتی ہے؟ اب بتائیے اس تعلق کی کیا ضرورت ہے؟ ہماری مجبوری ہے کہ ہم جسے سمیٹ کر رکھنا چاہتے ہیں وہ ہمارے پاس نہیں رہتا، قلب کے اندر گنجائش نہیں ہے۔ ہاں قلب اس وقت تک عکس بناتا رہتا ہے جب تک انسان اس علم کو، ان مجالس کو، ان چیزوں کو سامنے رکھتا ہے۔ کتنا بے بس، مجبور ہے انسان! یہ انسان کی Limitation ہے۔ کیا علم کی حقیقت سمجھ آئی کہ اس کے بارے میں ہم کیسے سوچتے ہیں اور اصل حقیقت کیا ہے؟ علم ہمارے اندر ٹھہر ہی نہیں سکتا، علم کا اثر ہمارے دل کے اوپر رہتا ہی نہیں جب تک کہ مستقل تعلق نہیں رکھیں گے۔ علمی مجالس قلب کو زندہ رکھتی ہیں۔ علم قلب کو زندگی دیتا ہے۔

جہالت کیا ہے؟ تاریکی، اندھیرا۔ انسان روشنیوں سے اندھیرے میں پلٹ جاتا ہے۔ قلب آئینے سے بہت مشابہ ہے۔ اگر یہ آئینے والی مثال سمجھ آجاتی ہے تو زندگی کی حقیقت سمجھ آجائے گی انشاء اللہ۔ دل کا تعلق جو علم کے ساتھ ہے یہ سمجھ آگیا تو زندگی کی کایا پلٹ جائے گی۔ آج سے آپ کی زندگی بدلنے والی ہے انشاء اللہ، آپ کے سارے تصورات بدلنے والے ہیں اور آپ کی committments بدلنے والی ہیں کیونکہ پہلے پتہ ہی نہیں تھا، ایسے ہی ساری زندگی یہی سمجھتے رہے کہ علم لے لیا، مل گیا اور ملا تھا ہی نہیں کیونکہ جو ملتا ہے وہ Temporary آتا ہے، کچھ وقت کے لیے اثر رہتا ہے پھر ختم ہو جاتا ہے۔

طالبہ: ایسا کیوں ہوتا ہے کہ جب ایک انسان زیادہ علمی مجالس میں رہتا ہے، زیادہ کوشش کرتا ہے تو دل زیادہ چمک اٹھتا ہے لیکن جب کبھی پھر اپنے آپ کو تھوڑا سا دور کر لیتا ہے تو دل پھر دھندلا جاتا ہے یا پھر دل میں عکس ہی نہیں بنتا؟

استاذہ: دل بے چارا تو چمکنے کے لیے ہمہ وقت تیار ہے، بس آپ نے اپنے آپ کو اسی

پوزیشن میں رکھنا ہے۔فرض کریں آپ کا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی گدی کو دیکھ لوں، آپ سامنے آئینہ رکھ دیتے ہیں، کیا گدی نظر آئے گی؟ نہیں، کیوں؟ اس لیے کہ وہ پیچھے ہے۔اگر آئینے کو پیچھے لے جا کر گدی کے سامنے کر بھی دیں تو کیا گدی نظر آئے گی؟ نہیں، کیوں؟ ایک آئینے سے کام چلنے والا نہیں ہے۔ ہر جگہ ایک آئینہ نہیں چاہیے، کچھ حقائق ایسے ہیں جہاں دو آئینے چاہئیں۔اس موقع پر رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو ضرور ذہن میں رکھیں:

اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤْمِنِ (ابوداؤد:4918)

''مومن مومن کا آئینہ ہے''۔

دونوں آمنے سامنے ہوتے ہیں تو بہت ساری باتیں سامنے آجاتی ہیں۔آپ کچھ ایسے حقائق کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں جو آپ کے قلب کے اندر براہِ راست ایک آئینے سے نہیں اُترتے بلکہ ان حقائق کے لیے آپ کو دو آئینوں کی ضرورت پڑتی ہے۔کیا ایسے حقائق زندگی میں ہیں؟ جیسے گدی کی مثال دیکھی۔گدی کو ہم نہیں دیکھ سکتے جو ہمارے پیچھے چھپی ہوئی ہے، اس کے لیے بھی دونوں آئینے کا زاویہ [angle] درست ہونا ضروری ہے، اگر angle ادھر ادھر ہوگیا تو پھر عکس صحیح نہیں بنے گا اور پتہ نہیں چل سکے گا۔اس کا مطلب ہے کہ دل کے اندر علم اُتارنے والے بہت سے معاملات ہیں جن کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

فرض کریں آپ نے جو آئینہ سامنے رکھا وہ تو بالکل شفاف چمکتا ہوا ہے اور جو پیچھے ہے اس کے اوپر زنگ لگا ہوا ہے، کیا اب تصویر بنے گی؟ یعنی ایک آئینہ تو ٹھیک ہے اور دوسرا ٹھیک نہیں، پھر بھی تصویر نہیں بنے گی۔ایک اور صورت میں فرض کریں کہ سامنے والا آئینہ زنگ آلود ہے اور پیچھے والا بالکل شفاف، اس نے تصویر بالکل ٹھیک بنائی ہے لیکن آگے قبول

کرنے والے نے قبول ہی نہیں کیا، پھر بھی مسئلہ خراب ہے۔صرف ایک صورت ہے کہ آئینہ جس میں عکس بنتا ہے وہ بھی ٹھیک ہو اور جو پیچھے والا عکس دکھا رہا ہے وہ بھی ٹھیک ہو۔

زندگی میں ہمیشہ یک طرفہ معاملہ ہی نہیں ہوتا۔انسان نے کئی طرح کا علم حاصل کرنا ہے، کتنی چیزوں کو سامنے رکھنا ہے اور جیسے گدی چھپی ہوئی ہے ایسے آخرت کے حالات چھپے ہوئے ہیں، یہ براہِ راست پتہ نہیں چلتے، اللہ کی کتاب بتاتی ہے اور اکیلے میں بیٹھ کر جتنی بھی کوشش کرلیں، ایک آئینہ اپنے اندر عکس کی صورت میں نہیں اُتار سکتا، دوسرے آئینے کے لیے ماحول کی ضرورت ہے، ماحول کے بغیر انسان کا دل وہ اثر قبول نہیں کرسکتا، وہ صورت گری ہو نہیں سکتی۔

انسان کچھ حقائق کا اِدراک اکیلے کرسکتا ہے اور کچھ کا نہیں۔اس کے لیے علمی مجالس کی ضرورت ہوتی ہے۔پھر اگر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ آئینے میں شکل اگر properly نہیں اُبھرتی تو اس کی کیا کیا وجوہات ہیں؟ انہی وجوہات کو ہم دل کے ساتھ match کریں گے تو ہمیں پتہ چلے گا کہ کیا کیا وجوہات ہیں جن کی وجہ سے آئینہ ہمیں عکس نہیں دکھا پاتا۔

پانچ بنیادی وجوہات ہیں جن کی بناء پر عکس نہیں اُبھرتا:

1۔آئینہ ہی اچھا نہ ہو۔مثلاً وہ لوہے کا ہو یا جس مادے سے بنا ہے اس میں کوئی نقص ہو، کوالٹی اچھی نہ ہو، اس کی شکل صحیح نہ ہو تو وہ عکس نہیں دکھاتا۔یہ پہلی وجہ ہے کہ آئینہ اچھا نہ ہو۔

⇦ شکل کے اعتبار سے۔

⇦ کوالٹی کے اعتبار سے۔

⇦ material کے اعتبار سے۔

آئینے refine بھی تو مختلف انداز سے ہوتے ہیں۔

2۔کسی وجہ سے اس آئینے میں زنگ آ گیا، جیسے دل میں کدورت آتی ہے، دل کو بھی زنگ لگتا ہے، پھر آئینہ صحیح صورت نہیں دکھاتا۔ کدورت کے داغوں، بغض اور بد خلقی کے ساتھ دل کے اندر تصویر صحیح نہیں اُبھرتی، دل صحیح صورت گری نہیں کرتا۔ بد خلقی کے ساتھ علم اندر نہیں آتا۔ ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے۔

پہلی بات کیا سامنے آئی؟ دل اچھا نہ ہو۔ یعنی کوالٹی اچھی نہ ہو یا اس کو Refine نہ کیا گیا ہو۔ اب تک جس ماحول میں انسان رہا ہے وہ ماحول اچھا نہیں ملا۔

دوسری صورت دیکھی کہ دل گندگی، خرابی، بد خلقی میں لتھڑا ہے اور پوری طرح گناہوں سے سیاہ ہو چکا ہے، وہاں پر علم کی گنجائش نہیں بنتی، دل اچھا نہیں ہے، گناہوں میں آلودہ ہے۔ دل اچھا کیوں نہیں ہے؟ اس کے اچھا نہ ہونے کے پیچھے کیا ہے؟ ماحول اچھا نہیں تھا۔ اب تک ایسے ماحول میں رہنے کا موقع ملا جہاں دل کے اندر کی اچھائی پروان نہیں چڑھ سکی اور خرابیاں بہت سامنے آئیں۔

3۔جس چیز کا آئینے میں عکس پڑتا ہے وہ آئینے کی حد سے دور ہو۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ مجالسِ علمی میں قلب جو اثر قبول کرتا ہے وہ ان مجالس سے باہر نہیں کرتا؟ وجہ کیا ہوتی ہے؟ angle درست نہیں ہوتا۔ دُوری رکاوٹ بنتی ہے۔ دور رہتے ہوئے قلب کی وہ حالت نہیں ہو سکتی، قربت ضروری ہے۔ جیسے دُوری کی وجہ سے آئینہ عکس نہیں بناتا، ایسے ہی دل بھی حقیقت تک نہیں پہنچتا، حق تک نہیں پہنچتا، اسے بھلے سے معلومات مل جائے، وہ حق شناس نہیں بنتا۔ کیا چیز حائل ہوئی؟ آئینے کی حد سے دور ہونا۔ آئینے کی range سے باہر نکل جانا۔ رینج [range] سے جو چیز باہر ہے وہ ہے تو سہی، یہ تو نہیں کہ وہ ہوتی نہیں ہے، مثال کے طور پر آپ لوگ بھی اس وقت آئینے کی رینج [range] سے باہر ہیں لیکن آپ ہیں تو سہی، تو معلومات ہوتی ہیں لیکن دل

اس حقیقت کو قبول نہیں کرتا، حق شناس نہیں بنتا، دل کی حد سے جو چیز باہر ہوتی ہے پھر وہ عکس نہیں بناتی، دُوری رکاوٹ بن جاتی ہے۔

4۔آئینے اور محسوس وجود کے درمیان کسی حجاب کا آجانا۔مثلاً آئینہ موجود ہے، آگے کپڑا ڈال دیں، آئینہ صورت نہیں بنائے گا یعنی کسی نوعیت کا کوئی حجاب آجائے۔

دل پر کس چیز سے حجاب آتا ہے؟

- علم کے بجائے کسی اور چیز کی طلب زیادہ ہو جائے۔
- خواہشات کی محبت ہو۔
- توجہ دوسری طرف لگ جائے۔

آپ نے قرآن کھولا تو آپ کو حجاب کی بات اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بتا دی۔اللہ ربّ العزت نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ (البقرہ:6-7)

’’جن لوگوں نے انکار کیا اُن کے لیے برابر ہے خواہ تم اُنھیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے ان کے دِلوں اور اُن کی سماعتوں پر مہر لگادی اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے‘‘۔

یہ غشاوۃ کیا ہے؟ حجاب کس چیز سے آتا ہے؟

ایک انسان قبول کرنے سے انکار کردے۔یہ بہت بڑا انکار نہیں ہے، انسان کسی ایک حقیقت کو قبول کرنے سے انکار کرتا ہے تو دل پر حقیقت کے بارے میں حجاب آجاتا ہے۔ انکار کیوں ہوتا ہے؟ حجاب کیوں آتا ہے؟ انسان کے لیے زندگی میں کوئی اور چیز زیادہ اہم

ہو جاتی ہے۔

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا ۝ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (الاعلیٰ:16,17)

"تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے"۔

آخرت کو آپ وہ مقام نہیں دیتے تو اصل مقام سے ہٹ گئی ناں وہ چیز؟ آخرت ہٹ گئی تو عکس کیسے بنے گا؟ دل کا اثر ختم ہو گیا۔ آخرت کی وہ تصویر دل کے اندر زندہ نہیں رہتی، اس کا وجود نہیں رہتا، لہٰذا زندگی بدل جاتی ہے۔ اصل علم کس چیز کا ہے؟ آخرت کا۔ اب آپ ان دو آیات کے حوالے سے دیکھئے گا کہ آخرت کے لیے کیا چیز حجاب بن گئی؟ آخرت کا علم دل کے اندر کیوں نہیں اُتر رہا؟

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا (الاعلیٰ:16)

"بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو"۔

تمہاری ترجیحات بدل گئیں۔ جائزہ لے کر دیکھیں کہ آپ کی ترجیحات تو نہیں بدلیں؟ حجاب آنے میں ایک وجہ ہے کہ انسان کی سوچ بدل جائے، کوئی اور چیز پہلی ترجیح پر آ جائے۔ جس وقت کوئی اور چیز آئے گی اس وقت بس آپ آف [off] ہو گئے۔ جس وقت یہ حجاب آئے گا، دل اثر قبول نہیں کرے گا۔ ہو سکتا ہے پھر کبھی دل کو اثر قبول کرنے کا موقع ہی نہ ملے، کبھی صحیح صورت نہ بنے۔ ایک بار انسان رینج [range] سے باہر نکلتا ہے تو ضروری تھوڑا ہے کہ پھر [range] میں آ جائے، پھر تو اس دائرے میں آنا بے حد مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لیے کبھی دنیا کو پہلی ترجیح نہیں دینا، خواہش کی محبت میں مبتلا نہیں ہونا۔ اللہ تعالیٰ حجاب کیسے اٹھاتے ہیں؟ ہم نے پہلے دیکھا کہ حجاب کیسے آتا ہے؟ دنیا کو ترجیح دینے سے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حجاب اُٹھتا کیسے ہے؟ اس حقیقت کے دل میں اُترنے سے کہ

وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (الاعلیٰ:17)

''آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی ہے''۔

آپ کے دل میں آخرت کی تصویر بنتی ہے؟ یہ دل میں رکھئے گا کہ تصویر ہے یا information ہے؟ کیونکہ اگر دل کے اندر یہ تصویر بننی شروع ہوئی تو نقشہ بدل جائے گا۔ پھر آپ کے چہرے کے expressions بدل جائیں گے، آپ کی زندگی کا نقشہ بدل جائے گا۔ یہ تصویر ہی تو سیدھی نہیں بنتی اس لیے کہ دنیا کو پہلی ترجیح پر رکھنے کی وجہ سے ایک حجاب حائل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ (آلِ عمران:185)

''دنیا کی زندگی ایک دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں ہے''۔

دھوکہ ہی تو ہے، کیسے انسان کی نظروں سے صاف دکھائی دیتا ہے death کے موقع پر خواہ کسی کی بھی ہو، انسان کو عین اس وقت کسی کام میں دلچسپی نہیں رہتی، پردہ اٹھتا ہے ناں! اپنے کسی پیارے کو زندہ سے مردہ حالت میں دیکھیں، کیا محسوس ہوتا ہے؟ کبھی زندگی میں کوئی موقع ایسا آیا؟ جس کے سامنے یہ موقع آیا وہ حقیقت کا ادراک کرسکتا ہے۔ واقعی پھر کسی چیز کی وہ value نہیں رہ جاتی۔ کم از کم عین اس موقع پر تو ذہن میں صحیح تصویر بنتی ہے کہ ان کے پیچھے بھاگنا فضول ہے۔ دیکھو! جانے والا کیا لے گیا؟ کچھ بھی نہیں۔ کل اگر ہمارے پاس یہ سب کچھ ہوا تو ہم بھی کچھ نہیں لے جاسکتے۔ حقیقت سامنے آتی ہے، دل کی کیفیت فرق ہوتی ہے، انسان کے رویے بدل جاتے ہیں تو یہ عکس مستقل کیسے بنا رہے؟ ایسا ہوسکتا ہے۔ اس علم کو مستقل سامنے رکھنا پڑے گا، یاد رکھنا پڑے گا، سیکھنا سمجھنا پڑے گا، ایک بار نہیں بار بار۔

جب بھی آپ کو آئینے کے سامنے آنے کی ضرورت پڑتی ہے، کیا تھکتے ہیں کہ ایک بار

دیکھا ہوا ہے، اب بار بار کیوں دیکھیں؟ وہی چہرہ ہے ناں! پھر بار بار کیوں دیکھتے ہیں؟ ایسے ہی علم ہے۔ لوگ کہتے ہیں: بار بار وہی باتیں؟ وہی چیزیں؟ اپنا چہرہ دیکھ کر تو کبھی نہیں کہتے کہ وہی چہرہ ہے، اسی کو دیکھیں؟ حقیقت بدلا نہیں کرتی، وہی رہتی ہے۔ ازل سے اشیاء کی حقیقت تو وہی ہے، ہمیشہ وہی رہنا ہے، نئی کہاں سے آئے؟ پھر بار بار کیوں دہرائیں؟ علم رہتا جو نہیں ہے، جیسے آئینے میں تصویر نہیں بنتی تو دل میں عکس نہیں بنتا، اس لیے اسے سامنے رکھنا ہے۔ چار وجوہات ہم نے دیکھی ہیں:

1۔ دل اچھا نہ ہو۔

2۔ دل کو زنگ لگ جائے۔

3۔ دل علم کی حد سے دور ہو۔

4۔ حجاب آجائے۔

پانچویں وجہ ہم دیکھتے ہیں:

5۔ جس چیز کی صورت آئینے میں دیکھنی ہے اس کی سمت معلوم نہ ہو کہ آئینہ کہاں ہے؟ اور وہ چیز کہاں ہے؟ بالکل آمنے سامنے کرنے میں problem ہو۔

مثال کے طور پر قلب کے اندر پوری صلاحیت موجود ہے، قلب صیقل ہے، چمک رہا ہے لیکن آپ کچھ دکھائیں گے تو دِکھے گا! جیسے یہ آئینہ موجود ہے، اس میں کوئی چیز دیکھی جائے گی تو عکس بنے گا۔ دل اتنا نرم ہے، اس کی زمین اتنی زرخیز ہے، یہ اثر قبول کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جیسے قرآنِ حکیم میں آتا ہے کہ

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ (النور:35)

”اس کا تیل آپ ہی آپ بھڑ کا پڑتا ہے چاہے آگ اس کو نہ لگے“۔

ایسے ہی دل حق کو قبول کرنے کے لیے تیار ہے لیکن دل کو کہیں اور رکھ دیں اور علم کو

کہیں اور دونوں کی سمت ایک نہ ہو، ایسی صورت میں آئینے میں یا دل میں عکس نہیں بنتا۔

بہت سے دل ایسے ہوتے ہیں کہ علم ان کے اندر نہیں آپاتا۔ اسباب پانچ ہی ہیں: یا تو دل ناقص ہوگا، جیسے بچے کا دل ہے، اِدراک کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اس میں معلومات اس طرح نہیں آسکتیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان کا دل گناہوں میں لتھڑ جائے۔ بغض، کینہ، حسد، کدورت، انتقام، ظلم، قوتِ غضب اور قوتِ شہوت کی وجہ سے جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں، اگر دل ان میں لتھڑا ہوا ہے تو یہ صورت نہیں بنا سکتا، علم اس کے اندر نہیں آسکتا۔ جو قلب ایک بار تاریکیوں یعنی گندگیوں اور برائیوں میں لتھڑ جاتا ہے، دوبارہ کبھی اس پوزیشن پر نہیں آسکتا جس پر وہ دل ہے جو برائیوں میں لتھڑا ہی نہیں۔

فرض کریں جیسے اس آئینے کو زنگ لگ جائے کسی بھی وجہ سے، اب دوبارہ اگر اس کی چمک، آب وتاب واپس لانا ہے، چاہے اس کو پالش کروالیں، کیا پہلے والی صورت پیدا ہو سکتی ہے؟ یعنی ایک آئینہ خراب ہی نہ ہو اور ایک خراب ہونے کے بعد ٹھیک کرایا جائے، کیا دونوں میں کوئی فرق نہیں؟ کس چیز کا فرق آتا ہے؟ کوالٹی کا۔ اسی طرح گناہوں کے بعد معافی ملتی ہے لیکن جو کسک ہے وہ جاری رہتی ہے، اس کی وجہ سے کوالٹی متاثر ہوتی رہتی ہے۔ اس لیے گناہوں سے بچنا ہی بہتر ہے۔ معاصی، نافرمانیوں اور غلطیوں سے دور رہنا بہتر ہے۔

ایک انسان جس کا دل گناہوں سے لتھڑا ہوا ہے، کیا ایسا ممکن ہے کہ اس پر آخرت کے حقائق منکشف ہو جائیں؟ کبھی آپ نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی زندگی میں کبھی نماز نہ پڑھی ہو اور پھر وہ کہے کہ پتہ نہیں آخرت میں کیا ہونے والا ہے؟ یا قبر کے حالات، موت کے بعد کے حالات کے بارے میں فکر مند ہو؟ اسے تو ایک ہی راستہ صاف سیدھا نظر آتا ہے کہ انکار کر دو اور اپنے اسی رویے پر جمے رہو۔

جو دل گناہوں میں لتھڑا ہوا ہو، اس کی طرف سے کیا بات سامنے آتی ہے؟ آخرت کا تذکرہ ہو تو ایسا انسان کہتا ہے کہ ڈرانے والی باتیں نہ کرو، یہ بات بس یہیں ختم ہو جائے، انسان سننا نہیں چاہتا، اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتا کیونکہ سامنے آ بھی جائے تو عکس بنتا نہیں، البتہ اندر ایسے ہلکا ہلکا کرنٹ دوڑتا ہے لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ وہ کرنٹ زیادہ تکلیف دیتا ہے تو کیا کوئی لتھڑا ہوا دل ایسا ہے جو دوبارہ چمک سکتا ہو؟ آپ کیا کہتے ہیں؟ کیا گناہوں سے اَٹے ہوئے انسان کی واپسی کی کوئی گنجائش ہے؟ ہاں گنجائش ہے۔ دل دوبارہ صاف ہو سکتا ہے، چمک سکتا ہے۔ اگرچہ اس کی وہ کوالٹی نہیں ہوگی لیکن بہر حال ربّ کی طرف جانے کی گنجائش ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس عشاء کی نماز کے بعد ایک انتہائی حسین خاتون آئی، کہنے لگی کہ میں نے زنا کیا، میرا ناجائز بچہ پیدا ہوا، میں نے اسے مار ڈالا۔ بتایئے میرے لیے معافی کی کوئی گنجائش ہے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قاتلہ بھی ہو، زانیہ بھی ہو، معافی کیسے ملے! کبیرہ گناہ کیا ہے۔ وہ عورت روتی پیٹتی واپس چلی گئی کہ ہائے یہ حسن آگ ہی کے لیے پیدا ہوا تھا! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت ظلم کیا، تم نے اسے خوشخبری کیوں نہ دی؟ توبہ کا دروازہ تو کھلا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بہت تکلیف ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو تلاش کرنا شروع کیا، اس کی تلاش آسان نہیں تھی اگلے روز عشاء کی نماز کے بعد وہ عورت دوبارہ مل گئی، آپ رضی اللہ عنہ نے اس کو خوشخبری سنائی کہ معافی کی گنجائش ہے واپس پلٹ سکتی ہو، اس کے ساتھ ایک لونڈی تھی، اس نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا اور خود وہیں سجدے میں گر گئی کہ میرے لیے واپسی کی گنجائش ہے۔ دل چاہے جتنا بھی سیاہ ہو چکا ہو بہر حال واپسی کی گنجائش ہے لیکن کتنی ہو سکتی ہے؟ یہ بات بھی ضرور سمجھنی چاہیے۔

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ یہ اسلام مجھ سے واپس پھیر لیجئے۔ آپ ﷺ نے کہا: اسلام پھیرا نہیں جاتا۔ اس نے کہا: جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے مجھے کوئی خیر نہیں ملی، میری اولاد مر گئی، میرا کاروبار تباہ ہو گیا، میری آنکھیں چلی گئیں میں اندھا ہو گیا، کوئی بھی تو خیر نہیں ملی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام آدمی کو گلاتا ہے جیسے آگ سونے کو پگھلاتی ہے''۔ ایسے ہی انسان بھی پگھلتا ہے، پھر کھوٹ الگ ہو جاتا ہے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ گناہوں سے پاکی کا عمل ممکن ہے اگرچہ بہت طویل ہو جائے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو خالص کرنے کے لیے کوئی آزمائش، کوئی مصیبت آ جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی ایسا سلسلہ نہ ہو لیکن اسلام پھیرا نہیں جا سکتا۔ دوسری بات ہمیں یہ پتہ چلتی ہے کہ انسان خواہ کسی بھی stage پر پہنچ چکا ہو بہر حال واپسی کی گنجائش ہے۔

روشنی تک لے جانے والی اور تاریکیوں سے نکالنے والی کون سی چیز ہے؟ یہ علم ہے لیکن تاریک دل کے اندر تو عکس نہیں بنتا۔ اب علم کا نور سامنے آیا اور دل پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوتے، پتہ نہیں لگتا کہ کیا پڑھا ہے؟ کیا چیز سامنے آ گئی؟ ہم ایک شہر میں گئے تو وہاں کے لوگوں کے رویے گویا برف کی طرح تھے۔ یہ اتنی زیادہ، شدت، سختی کہاں سے آ گئی؟ کہ بالکل دل پگھلے ہی نہیں؟ کیا وجہ ہو گی؟ کیسے دل سخت ہو جاتے ہیں؟ گناہوں سے غلطیوں سے۔ جب ایک انسان مسلسل گناہوں بھرے ماحول میں رہتا ہے، غلطیاں کرتا چلا جاتا ہے پھر دل نہیں پگھلتا۔ پھر کوئی ایسی بات ہی انسان کے دل کو پگھلاتی ہے جس کی وجہ سے حقیقت سامنے آ جائے، آہستہ آہستہ دل پگھلتا ہے۔ کوئی چیز دل کے دروازے پہ دستک دے دے، زنگ آلود دروازے بھی کھل جاتے ہیں لیکن آپ کو پتہ ہے کہ جتنا زیادہ کہیں زنگ لگا ہوتا ہے، جتنی قلب کے اندر سختی ہوتی ہے، کوشش بھی اتنی ہی شدید کرنی پڑتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ فوراً نہیں بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ آہستہ فرق آتا ہے۔

اگلی مثال دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جس کا دل صیقل ہے، دل اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جھکا ہوا ہے، نیکی پر بھی آمادہ ہے لیکن حق اس پر منکشف نہیں ہوتا، واضح نہیں ہوتا۔ کبھی ایسے لوگوں کو دیکھا جو نمازیں پڑھتے ہوں، روزے رکھتے ہوں لیکن زندگی کی حقیقت کو نہ سمجھتے ہوں۔ حق اُن پر کیوں منکشف نہیں ہوتا؟ حق کیوں دل کے اندر نہیں آتا؟ اس کی وجہ ہے۔ انسان خود طالبِ حق نہیں ہوتا، جب طلب نہیں ہوگی تو حق واضح بھی نہیں ہوگا۔

انسان کے اندر طلب کیوں نہیں ہوتی؟ مثلاً کوئی شخص ظاہری دین داری کے کام تو کر لیتا ہے لیکن اس کے دل کے اندر حق کی طلب نہیں ہے تو بنیادی وجہ کیا ہے؟ کون سی چیزیں روکتی ہیں؟

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (الاعلیٰ:16)

''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو بہتر سمجھتے ہو''۔

دل دنیا کے کاموں میں اُلجھا رہتا ہے اور اپنی اُخروی کامیابی، حق کی معرفت اور حق شناسی کی طرف توجہ ہی نہیں دیتا۔ اس کے بارے میں یہ assume کر لیتا ہے کہ خود بخود ہی ہو جائے گا۔ کبھی آپ کی ملاقات ایسے افراد سے ہوئی جنہوں نے کہا ہو ہمارے گھر اکیلے ہیں، بچے چھوٹے ہیں، ہمارے پاس فرصت نہیں ہے، ہماری جاب ہے، ہمارا بزنس ہے، ہم بہت مصروف ہیں، لہٰذا ہم اللہ کے دین کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔ کون سی چیز ہے جو اندر موجود ہے جس کی وجہ سے حق شناسی نہیں ہے؟ دنیا کی محبت اور حق کی طلب کا نہ ہونا۔ اگر ایک انسان طالبِ حق نہ ہو تو اس کی وجہ سے وہ دنیا میں گم ہو جاتا ہے۔ دنیا کی مصروفیات اپناتا ہے اور دین سے بھاگتا ہے۔ طلب بہت ضروری ہے، اس کے بغیر معرفت اور حق کی پہچان نہیں ملتی۔ جب حق کی پہچان نہیں ملتی تو حق ظاہر بھی نہیں ہوتا اور حق کے ساتھ تعلق بھی پیدا نہیں ہوتا۔

ہم نے چوتھی وجہ یہ دیکھی تھی کہ دل پر حجاب آجاتا ہے۔ یہ حجاب کس وجہ سے آتا ہے؟ خواہشات کی وجہ سے اوران کی محبت کی وجہ سے۔ انسان عبادت کرتا ہے، ذکر کرتا ہے، دُعائیں کرتا ہے لیکن حق نہیں پہچانتا، حق کا اِدراک نہیں کرسکتا۔ یہ محرومی کس وجہ سے ہوتی ہے؟ کبھی کبھار آباؤاجداد کی تقلید کی وجہ سے، دنیا کی محبت کی وجہ سے۔ کتنے ہی ایسے افراد ہیں جن کی زندگی عبادت میں گزرتی ہے لیکن وہ حق شناس نہیں ہوتے، حق کا اِدراک نہیں کرسکتے اور حق اُن کے دل کے اندر نہیں اُترتا، دل حق کو قبول کرنے سے رُک جاتا ہے، رکاوٹ آجاتی ہے۔ رکاوٹ کیا ہے؟ ترجیحات، خواہش کی محبت، دنیا کی محبت۔ ایسا فرد جس کو دنیا سے بھی بہت محبت ہو اور عبادت گزار بھی بہت ہو اور دین کو بھی صحیح نہ سمجھتا ہو، صرف اپنی چوائس کو ہی دین سمجھتا ہو، یعنی اپنی زندگی میں وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے بس وہاں تک رہتا ہو۔ مثلاً مجھے ایک فیملی کے بارے میں پتہ چلا کہ ان کا طریقۂ کار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال بھی خرچ کرتے ہیں، عبادت بھی بھرپور کرتے ہیں، ذکراذکار بھی، دینی مجالس بھی کروالیتے ہیں اور اپنے گھروں کے اندر ایسی خواتین اور مردوں کو بھی بلاتے ہیں جو مستقل قرآن پڑھتے رہیں، گھر بیٹھیں قرآن کی تلاوت کریں، قرآن پر قرآن ختم ہو رہے ہیں، Pay پر ایسے افراد کو رکھا ہوا ہے جو مستقل پڑھتے چلے جائیں اور قرآن کے ساتھ اپنا ذاتی تعلق کتنا ہے؟ بس اتنا کہ اس سے برکت مل جائے، چلو کبھی اس کی کوئی چھوٹی موٹی بات سمجھ آجائے تو بھی کوئی بات نہیں لیکن قرآن کو محض ایک سعادت اور برکت سمجھتے ہیں، زندگی کی کتاب نہیں سمجھتے۔

کبھی آپ کی کسی ایسے فرد سے ملاقات ہوئی جو قرآن کے علم کو ضروری نہ سمجھتا ہو، فقط عبادت کو ضروری سمجھتا ہو اور دنیا کی محبت میں گم ہو؟ ایسے افراد کتنے فیصد ہیں؟ 99% سے بھی زیادہ۔ زیادہ تر لوگ تو ایسے ہی ہیں کہ عبادت بھی کر لی، دنیا میں بھی گم ہو گئے اور حق کا پتہ بھی نہیں چلا، اس لیے کہ علم کو ضروری نہیں سمجھا جبکہ علم ہی تو دل کو روشن کرتا ہے۔ علم ہی کی

وجہ سے تو رویے بدلتے ہیں۔علم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت ملتی ہے۔علم کی وجہ سے کل دنیا میں مسلمانوں کو اقتدار ملا تھا۔علم کی وجہ سے ہی تو دنیا میں تبدیلی آتی ہے۔ Revolution ہمیشہ علم کی وجہ سے آتا ہے قلب کے اندر بھی اور دنیا میں بھی، انقلاب کا ذریعہ علم ہے۔

یوں دل حقیقت کا اِدراک اس وقت کرتا ہے جب حقیقت سامنے ہو، جب انسان اس کا علم حاصل کرے۔ کچھ ایسے اسباب ہیں جن کی وجہ سے ایک انسان حقیقت کا علم حاصل نہیں کرسکتا۔ چار اسباب ہم نے اب تک دیکھے، پانچواں سبب وہی ہے جس کا ابھی ذکر ہوا مثلاً جیسے ہماری گدی ہے، ہم نے آئینہ سامنے رکھا لیکن پیچھے سے گدی کا عکس نظر نہیں آیا۔ جب ہم نے پیچھے، گدی کے سامنے آئینہ رکھا تو بھی اس میں گدّی کا عکس نظر نہیں آیا لیکن جب ایک آئینہ گدّی کے سامنے اور دوسرا اپنے سامنے رکھا تو گدی کا عکس نظر آ گیا۔

پانچواں سبب کیا ہے دل کے آگے پردہ آنے کا یا جس کی وجہ سے دل حقیقت کا اِدراک نہیں کرتا۔ جس چیز کی صورت دیکھنی ہے اس کی سمت معلوم نہ ہو کہ کہاں سے اس کا صحیح عکس بنے گا؟ جیسے گدّی کے صحیح عکس کی مثال ہے۔ اگر اس کی سمت کا ہمیں پتہ نہ چلے تو پیچھے والی چیز ہمیں دکھائی نہیں دیتی۔ یوں پتہ چلتا ہے کہ حقیقت کی پہچان کے لیے مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہم نے اب تک دیکھا پانچ قسم کی مشکلات ہیں: قلب اچھا نہ ہو، دل گناہوں میں آلودہ ہو، معلومات آئینے کی حد سے دور ہوں، یعنی دل کو وہ علم نصیب نہ ہو رہا ہو، دل اس range میں نہ آ رہا ہو۔ مثلاً لوگ اپنے آپ کو بچا بچا کر باہر رکھتے ہیں، range سے باہر چلے گئے کہ گھر بیٹھو، وہاں جانے کی ضرورت نہیں جہاں علم سکھایا جاتا ہے۔ نتیجہ کیا ہوتا ہے؟

- حقیقت کا اِدراک نہیں ہوتا۔
- آخرت کا اِدراک نہیں ہوتا۔

- اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کا پتہ نہیں چلتا۔
- زندگی نہیں بدلتی۔
- زندگی کو صحیح رُخ نہیں ملتا۔

ہم چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا ایمان ہمیں نصیب ہو جائے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تو ایمان ملا تھا علم سے، ان کا دل تو روشن ہوا تھا علم سے۔ آج بھی دل روشن ہوں گے تو ویسا ہی انقلاب آئے گا، زندگی میں بھی اور معاشرے میں بھی۔ قرآنِ حکیم میں پہلے پارے کے اختتام پر ربّ العزت فرماتے ہیں:

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا (البقرہ:137)

"پھر اگر تم اس طرح ایمان لاؤ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لائے تھے تو پھر تم ہدایت پاؤ گے"۔

وہ کیسے ایمان لائے تھے؟ انہوں نے دلوں کو روشن کیا تھا، ہمیشہ اس کا تذکرہ، اس کی بات، اس کا ذکر دل کے اندر رکھا جس کی وجہ سے دل کے اندر تبدیلی آئی۔ آج بھی دل کے اندر تبدیلی تبھی آئے گی جب علم کو مستقل حاصل کرتے رہیں گے، range سے دُور نہیں جائیں گے اور اپنے لیے مستقل یہ سلسلہ لازم کرلیں گے۔ پھر ہی تو دل روشن ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس زندگی میں انسان کو فقط عبادت کی ضرورت نہیں۔ عبادت سے زیادہ بڑی ضرورت کس چیز کی ہے؟ حق کی، معرفت کی۔ علم تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت دیتا ہے۔ یہ پہچان سب سے بڑی چیز ہے۔ اس پہچان کے لیے انسان نے اپنی عقل کو استعمال کرنا تھا۔ اپنے اختیار اور شعور کو استعمال کرنا تھا۔ اگر اس آیت کو اس angle سے دیکھیں تو ساری مخلوقات کا پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے عاجزی کیوں اختیار کی تھی؟ ربّ العزت فرماتے ہیں:

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ

يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ط اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

(الاحزاب:72)

''ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اُٹھانے کے لئے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اُٹھالیا۔ بے شک انسان بڑا ہی ظالم اور جاہل ہے''۔

واقعی یہ سب سے مشکل کام ہے کہ انسان اپنے شعور سے اپنے رب کو پہچان لے۔ جانوروں اور پہاڑوں کے اندر بے شعوری کا پروگرام built in ہے۔ صرف انسان نے شعور کو روشن کرنے کے external پروگرام کے سلسلے کو قبول کرلیا ہے۔ اس دنیا میں اپنی روش کو فطرت کے مطابق کرنے، اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کے لیے ایک انسان نے معاہدہ کرلیا کہ ہم یہ کام کرلیں گے، اگرچہ ہمارے اندر یہ پروگرام موجود نہیں ہے لیکن باہر سے یہ رہنمائی لیں گے اور انسان کر نہیں پایا کہ یہ بہت زیادہ مشکل کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت انسان کو علم کے توسط سے ہوتی ہے۔ انسان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ ہونا چاہیے کہ اُسے اللہ تعالیٰ کی ذات کی پہچان ہو اور ہر بچے کو جب وہ پیدا ہوتا ہے، یہ پہچان ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ كَمَثَلِ الْبَهِيْمَةِ تُنْتَجُ الْبَهِيْمَةَ هَلْ تَرٰى فِيْهَا جَدْعَاءَ ؟

(صحیح بخاری 1385)

''ہر بچہ دینِ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ یہ اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی، عیسائی، مجوسی یا صابی بنادیتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے جانور کے بچے صحیح سالم ہوتے ہیں۔ کیا تم نے (پیدائشی طور پر) ان کے جسم کا کوئی حصہ کٹا ہوا دیکھا ہے''؟

اور نبی ﷺ نے فرمایا:

”اگر شیاطین بنی آدم کے دلوں کے اِردگرد گھومتے نہ رہتے (یعنی یہ ہر وقت طواف کرتے ہیں ان دلوں کا پیچھا کرتے ہیں) تو یہ دل آسمانی بادشاہت کا علم حاصل کر لیتے“۔ (احیاء العلوم)

دل صیقل ہو تو بہت سارے اُمور منکشف ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ حکمت انکشافِ حق ہی تو ہے۔ قرآنِ حکیم پڑھتے ہوئے آپ کو محسوس ہوتا ہے کہ ساری زندگی پڑھنے کے بعد آج ایک حقیقت مجھ پر منکشف ہوگئی ہے، عین اس لمحے جب وہ منکشف ہوتی ہے وجہ کیا ہوتی ہے؟ وہ علم دل تک پہنچ جاتا ہے، دل میں اس کی سچی تصویر بن جاتی ہے، عکس اُتر جاتا ہے تو دل کی کیفیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ دل کی اس حالت کے ساتھ انسان کے اندر علم اُترتا ہے۔ اصل چیز تو زمین پر رہتے ہوئے ربّ کا تعلق ہے، رب کی پہچان ہے۔ کتنی سادگی سے یہ حقیقت بیان کی گئی، ربّ العزت نے انسان کو کہنا سکھایا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ (البقرہ:156)

”ہم تو ہیں ہی اللہ تعالیٰ کے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے“۔

یہ Reality ہے۔ کیسے پتہ چلا؟ علم سے۔ کہتے تو سبھی ہیں لیکن اس کی مٹھاس کوئی کوئی چکھتا ہے کہ ہم تو ہیں ہی اللہ تعالیٰ کے اور ہم نے پلٹ کر اسی کے پاس ہی تو جانا ہے۔ اس Reality کو ایک انسان Touch نہیں کرتا، دنیا میں گم ہو جاتا ہے، اس کو بھول جاتا ہے کہ میں تو اللہ تعالیٰ کا ہوں، میں کسی اور کا کب ہوں؟ جب کبھی آپ اپنا رشتہ اللہ تعالیٰ سے کاٹ کر کسی اور سے جوڑیں گے یہ، رشتہ جب کبھی کٹے گا، یہ دل کبھی پر سکون نہیں رہے گا۔ یہ رشتہ جب کبھی کٹے گا، انسان کی زندگی میں انتشار پیدا ہو جائے گا، اس کی زندگی محور سے ہٹ جائے گی۔ یہ بہت بڑی Reality ہے اور اس حقیقت کا احساس کب ہوتا ہے؟

جب پردہ اٹھتا ہے۔مثال کے طور پر اگر اپنی ماں، اپنے بچے، اپنے والد، اپنے بہن بھائی یا اپنے کسی پیارے کو اپنے سامنے مردہ حالت میں دیکھیں اس وقت اِنَّـا لِلّٰہ کی بات جیسے سمجھ آتی ہے، کیا عام حالات میں ویسی سمجھ آتی ہے؟ پردہ اٹھتا ہے ناں کہ ہم واقعی اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم نے واقعی لوٹ جانا ہے۔وقت کی گرد پڑتی ہے، پھر پردہ پڑ جاتا ہے اور پھر زندگی پر وہ نتائج مرتب نہیں ہوتے۔ Reality touch کیا ہے؟ حقیقت کا علم۔اس دنیا کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسی کی ذات کا علم ہی معرفت ہے۔یہ معرفت دل کے اندر پیدا ہوتی ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری گنجائش نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں ہے، میری گنجائش مومن کے نرم اور پرسکون دل کے اندر ہے''۔(احیاء العلوم)

ایک اور حدیث میں آتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ سے کہا گیا: ''بہترین آدمی کون ہے''؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ مومن جو مَخْمُومُ القلب ہو''۔عرض کیا گیا: ''مخموم القلب کسے کہتے ہیں''؟ فرمایا:

''ایسا متقی جس میں کھوٹے پن کا میل نہ ہو، نہ سرکشی نہ ہو، نہ خیانت، فریب اور حسد ہو''۔(ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا:

''میرے دل نے اللہ تعالیٰ کو جب بھی دیکھا تقویٰ کی وجہ سے حجاب اٹھ گیا''۔

اس سے مراد کیا ہے؟ کہ خدا خوفی کی وجہ سے میں نے اپنے ربّ کو پہچان لیا۔جس شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو، جس کا دل دنیا کی آلودگیوں سے جتنا زیادہ بچا ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان سے حجاب اٹھ جاتے ہیں۔مادی آنکھوں سے انسان ربّ کو نہیں دیکھ سکتا لیکن اپنے علم کی وجہ سے وہ ربّ کی حقیقت کو پالیتا ہے، حجاب اٹھ جاتا

ہے۔حجاب کیسے اُٹھتے ہیں؟اقبال کہتا ہے ؎

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
اُٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

نالے کیا ہیں؟دُعائیں۔دل سے اُٹھتی ہیں تو دل چمکتا ہے۔دل سے دُعائیں اٹھتی ہیں تو دُعاؤں کا جواب آجاتا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان جو پردہ ہے وہ دُعاؤں سے ہٹ جاتا ہے۔ایک انسان دُعا کب کرتا ہے؟جب انسان اللہ تعالیٰ کی حقیقت کو سامنے رکھتا ہے،آخرت کے حقائق کو سامنے رکھتا ہے،تب دُعائیں کرتا ہے۔'کرتے ہیں خطاب آخر' سے کیا مراد ہے؟اللہ تعالیٰ سے بھی باتیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے بھی باتیں،یعنی انہیں بھی دعوت دیتے ہیں۔

زندگی کی کہانی سمجھ آتی ہے؟بندے اور ربّ کے درمیان سب سے خوبصورت تعلق کیا ہے؟دُعا۔بندگی کی حقیقت سامنے آجاتی ہے۔دُعاؤں کی وجہ سے ایک انسان اپنے ربّ کو پہچان لیتا ہے،پالیتا ہے لیکن دُعائیں دل سے نہیں اُٹھتیں جب تک انسان کو ربّ کی ذات کی حقیقت کا پتہ نہیں ہوتا،جب تک ایک انسان آخرت کے حالات کو سامنے نہیں رکھتا۔علم سے حقیقت دل کے اندر اُترتی ہے اور ایک انسان بے تابانہ اللہ تعالیٰ کی طرف لپکتا ہے،پھر اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوتی ہے،وہ اصلی تعلق بنتا ہے جو بندے اور رب کے درمیان مطلوب ہے۔ابتداء میں تو ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنا اور ربّ کا رشتہ ہی تلاش کرتا رہتا ہے۔علم سے اس کو یہ راستہ ملتا ہے۔آہستہ آہستہ اس پر حقیقت واضح ہوتی ہے،پھر سچا رشتہ جڑتا ہے۔connection جڑتا ہے تو پھر دل سے آہیں،فریادیں اور دُعائیں اُٹھتی ہیں۔انسان سچائی کو پالیتا ہے،پھر وہ ربّ سے اپنا سچا تعلق قائم کر لیتا ہے۔

آپ نے دو اصطلاحات دیکھی ہوں گی:ایک ہے ضیقِ صدر اور دوسری ہے شرح

صدر۔ شرحِ صدر اللہ تعالیٰ کی پہچان کا، اللہ تعالیٰ کو پالینے کا، اپنی حقیقت کو پالینے کا اور آخرت کے حالات کو پالینے کا نام ہے کہ ایک انسان اس حقیقت کو touch کرلے، پتہ لگ جائے کہ بچت نہیں، مجھے حساب دینا پڑے گا تو ربّ العزت فرماتے ہیں:

فَمَنۡ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنۡ یَّھۡدِیَہٗ یَشۡرَحۡ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ (الانعام:125)

''پھر جس کے لیے اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے کہ اس کو ہدایت دے، اس کا سینہ اسلام کے لیے کھول دیتا ہے''۔

پہلا ارادہ کس کا ہوتا ہے؟ انسان کا۔ پھر انسان کی effort ہوتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ ارادہ کرلیتا ہے کہ اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں، ربّ العزت فرماتے ہیں:

اَفَمَنۡ شَرَحَ اللّٰہُ صَدۡرَہٗ لِلۡاِسۡلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوۡرٍ مِّنۡ رَّبِّہٖ (الزمر:22)

''کیا پھر وہ شخص جس کے سینے کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہو اور وہ اپنے رب کی طرف سے ایک نور پر ہو اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اندھا ہو؟''

یوں ہمیں پتہ لگتا ہے کہ اس کے لیے اسلام کا دروازہ کھلتا ہے جو اسلام کا علم حاصل کرتا ہے، جو اس علم کو ہمیشہ اپنے قلب کے سامنے رکھتا ہے، جو کبھی اس کو پھیکا نہیں پڑنے دیتا لیکن علوم کے بھی کئی درجے ہیں اور علوم کے اعتبار سے ایمان کے بھی کئی درجے ہیں:

پہلا درجہ عوام کے ایمان کا ہے۔ اسے تقلیدی ایمان کہتے ہیں۔

دوسرا درجہ عوام سے اوپر ان افراد کا ہے جو علم رکھتے ہیں لیکن اس علم کو دل کے اندر مستقل رہنے نہیں دیتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو علمی بات چیت زیادہ کرتے ہیں، اصطلاح میں انہیں متکلمین کہتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو تقلید کے ساتھ حجت اور دلیل بھی رکھتے ہیں۔ ان کا ایمان عوام سے بلند ضرور ہے لیکن عوام کے ایمان کے قریب قریب ہے۔

تیسرا درجہ ان افراد کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہچانتے ہیں۔ جن کے دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ کی معرفت آتی ہے، اللہ تعالیٰ کا نور آتا ہے، یقین دل کے اندر اُترتا ہے۔ ایمان تو دریافت کا نام ہے۔ یہ دریافت کہاں ہوتی ہے؟ دل کی سرزمین پر۔ علم سے انسان اپنے ربّ کو پالیتا ہے۔ علم کی وجہ سے انسان ربّ کی کھوج میں لگا رہتا ہے اور دل پھر وہ عکس دکھاتا ہے جو مطلوب ہے۔ یہ حقیقی علم ہے، یہ معرفت ہے، پہچان ہے۔

عوام الناس جو علم حاصل نہیں کرتے، ان کا ایمان اسی درجے کا ہوتا ہے کہ بس جتنا پتہ لگا اتنی بات کافی ہے، جیسا ماں باپ نے بتایا تھا بس اتنا ہی ربّ کے بارے میں پتہ ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ صلاحیت اور استعداد کے باوجود آگے نہیں بڑھتے۔ یہ ادنیٰ درجے کا ایمان ہے کہ ایک انسان ربّ پر یقین رکھتا ہے لیکن اتنا پھیکا سا کہ وہ یقین اپنا نہیں ہوتا، مستعار لیا ہوا ہوتا ہے ماں باپ سے کیونکہ یہ علم نہیں ہے محض information ہے جس کی بناء پر پہلے درجے کا ایمان وجود میں آتا ہے۔

مثال کے طور پر گھر میں کوئی فرد موجود ہے، اب اس کے کئی درجے ہو سکتے ہیں: کسی نے بتا دیا کہ وہ فرد موجود ہے، اس کی آواز سن لی، اس کو خود دیکھ لیا، یہ تین درجے ہیں۔ آواز اگر سنی ہے تو یہ دوسرا درجہ ہے، پہلے درجے کے قریب ہے، دیکھا پھر بھی نہیں ہے اور اگر کسی نے انفارمیشن دی کہ ہاں کوئی موجود ہے تو یہ کس درجے کا ایمان ہے؟ یہ کس درجے کا علم ہے؟ شک والا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ہو ہی نہ، کسی نے انفارمیشن دی کہ کوئی اندر موجود ہے لیکن پتہ چلے کہ کسی وقت پر اٹھ کر چلا گیا، پتہ ہی نہیں کوئی ہے یا نہیں ہے، کسی کے علم پر بھروسہ کر لیا۔ مثلاً کسی بچے نے باہر آ کر کہہ دیا کہ پاپا گھر پر نہیں ہیں اور پاپا گھر میں بیٹھے ہیں لیکن آپ نے اس کی انفارمیشن پر یقین کر لیا۔ ایسا ہی یقین ہوتا ہے ان افراد کا جو ماں باپ یا آباؤ اجداد کے دیے ہوئے علم کی وجہ سے مسلمان رہتے ہیں۔ کسی کا دیا ہوا علم، یہ first hand knowledge

نہیں ہے۔ دوسرا درجہ کون سا ہے؟ ایک فرد گھر کے اندر خود چلا جائے۔ اب گھر کے اندر جا کر آواز سن لی تو اس وجہ سے انفارمیشن کے مقابلے میں تو یہ اونچا درجہ ہے لیکن ابھی بھی حق تک نہیں پہنچے۔

تیسرا درجہ انفارمیشن پر یقین کرنے والوں کا ہے، اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والوں کا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص گھر کے اندر گیا اور خود جا کر بنفسِ نفیس ملاقات کر لی، بات بھی کر لی، سنا، دیکھا، اب یقین ہے۔ اسی طرح علم اور ایمان کے درجات بھی ہیں، ایمان انہی تین درجوں کا ہے۔ تیسرا طریقہ بہتر ہے یا پہلا؟ آپ کس درجے کا ایمان چاہتے ہیں؟ اس تیسرے درجے کے لیے، حق کو پہچاننے کے لیے مستقل علم حاصل کرتے رہنے کی ضرورت ہے۔

آج علم اور قلب کے تعلق کا پتہ چلا کہ علم کا دل سے کیا تعلق ہے؟ یہ تعلق فقط دل کا نہیں ہے، علم کا تعلق ایمان سے بھی ہے کیونکہ ایمان انسان کو قلب کے عمل سے نصیب ہوتا ہے۔

اب آئندہ زندگی کے لیے کیا سوچا ہے؟ کیا کرنا ہے؟

طالبات کی شیئرنگ، سوالات اور ان کے جوابات

طالبہ: ایمان کو بڑھانے کے لیے علم سے اپنا تعلق جوڑنا ہے اور اپنے آپ کو تیسرے درجے پر لانا ہے کہ صرف انفارمیشن تک نہیں رہنا اور صرف آواز تک نہیں رہنا بلکہ خود مشاہدہ کرنا ہے انشاءاللہ۔

طالبہ: پہلے یہ شوق تھا لیکن اب الحمدللہ ارادہ ہے کہ پوری زندگی مستقل علم حاصل کرنا ہے۔

طالبہ: پہلے یہی کشمکش تھی کہ اپنی جگہ رہ کر پڑھوں یا یہاں main institute آ کر؟ اب یہ طے کیا ہے کہ صرف سننا نہیں ہے بلکہ اونچے درجے پر آنا ہے انشاءاللہ اس لیے یہاں main Institute لاہور آ کر ایڈوانس ڈپلومہ کا کورس کرنا ہے۔

طالبہ: میری بھی پہلے یہی سوچ تھی اور ارادہ تھا کہ اپنے شہر میں ہی کوئی شارٹ کورس جوائن کر لوں لیکن اب یہ ارادہ کیا ہے کہ عین الیقین حاصل کرنا ہے اور قرآن کو خود دیکھنا بھی ہے، پڑھنا بھی ہے اور سننا بھی ہے۔ انشاءاللہ اس سے قرآن بہت پختہ ہوگا اور اس کے لیے دُعا بھی کر رہی ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس پر ثابت قدم رکھے اور تمام معاملات آسان کرے۔

استاذہ: ایک چیز ذہن میں رکھئے گا کہ یہ فقط سامنے بیٹھ کر علم حاصل کرنا نہیں ہے۔ یہ اگلے درجے کی بات ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک انسان اندر سے غور و فکر میں مصروفِ عمل رہے، مسلسل اپنے آپ کو اپنے دل کو اس پوزیشن پر رکھے کہ عکس بنتا رہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک effort ہے کہ اپنے دل کو صحیح پوزیشن، صحیح angle پر رکھنا ہے۔

طالبہ: یہ بات میں نے اس لیے کی ہے کہ ماحول بہت زیادہ count کرتا ہے۔ اس سے انسان کی efforts بہت زیادہ strong ہو جاتی ہیں۔

استاذہ: یعنی آپ یہ Feel کرتے ہیں کہ angle یہاں پر سیٹ رہتا ہے۔

طالبہ: یہ کشمکش تھی کہ یہ علم میرے دل میں رہتا کیوں نہیں ہے؟ آج مجھے اس کا جواب مل گیا ہے۔

استاذہ: الحمدللہ۔ ہر ایک کو یونہی لگتا ہے کہ میرا معاملہ خراب ہے لیکن یہ سبھی کا معاملہ ہے سبھی اس problem میں ہیں۔

طالبہ: میں نے پہلے یہ سوچا تھا کہ انشاءاللہ یہ علم حاصل کرنا ہے اور اب یہ ارادہ اور زیادہ پختہ ہو گیا ہے۔

طالبہ: قرآنِ مجید پڑھتے ہوئے جب ہم ہر رکوع کے بعد اپنا جائزہ لیتے تھے کہ کیا میرے دل کو یقین ہے؟ تو ہر جگہ لگتا تھا کہ یقین نہیں ہے صرف معلومات ہیں، مجھ سے کوئی بھی خانہ Fill نہیں ہوتا تھا کہ یقین ہے۔ یقین ہوتا تو پوری طرح سے ہو جاتا کہ واقعی مجھے یقین ہے لیکن یہ کبھی ہو جاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا تو آج اس چیز کا پتہ چلا ہے کہ یہ یقین کیسے آئے گا؟ علم سے ہی آئے گا۔ علم حاصل کرتے رہیں گے تو یقین آتا رہے گا ورنہ پھر پھسلتا رہے گا۔

استاذہ: علم اللہ تعالیٰ کی ذات کے پاس ہے، انسان کے پاس وہ علم کہاں ہے؟

طالبہ: جیسے آپ نے بات کی کہ یہ مسلسل عمل ہے، انسان کو ہمیشہ اپنے علم کو آئینے کے سامنے رکھنا پڑے گا، تو کون سے ایسے Tips ہیں کہ جن سے یہ ہمیشہ سامنے رہے؟ جب میں خود کو Analyse کر رہی تھی تو مجھے لگ رہا تھا کہ How is it Possible? کہ 24 گھنٹے آپ کے سامنے وہ چیز focused رہے۔ کیسے رکھیں؟

استاذہ: سننا، Revise کرنا، ڈسکس کرنا، تذکرہ کرنا۔ پھر سننا، پھر پڑھنا، پھر Revise کرنا، پھر اس کا تذکرہ کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَمَّا بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثۡ (الضحیٰ:11)

''جو آپ پر ربّ کی نعمت ہے اسے بیان کریں''۔

ہماری زندگی کا طریقہ کار تو یہی ہے کہ جو پتہ ہے اسے بتانا ہے، اسے آپس میں بیٹھ کر discuss کرنا ہے، علم کو زندہ کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ آپ دیکھیں کہ قرآن کو ایک دن study کرنا چھوڑیں گے تو قرآن آپ کا نہیں رہے گا، سیرت کو study کرنا چھوڑیں گے تو آپ کا اس سے تعلق نہیں رہے گا، یہ طے شدہ ہے۔ حدیث کو study کرنا چھوڑیں گے تو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات آپ کی نہیں رہیں گی، اس کا اثر زائل ہو جائے گا، بھلے سے وہ information رہے لیکن اس کے اثرات مرتب نہیں ہوتے، انسان کی رُوح اڑ جاتی ہے، دل پر اثر نہیں رہتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایک انسان مستقل علمی ماحول میں رہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (صحیح بخاری:5027)

''تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں''۔

یہ علمی تحریک جو مسلمانوں کے اندر ربّ العزت نے جاری کروائی کس وجہ سے؟ مسلسل علمی ماحول میں رہنے سے۔ یا خود سیکھنے والے بن جائیں یا علم دینے والے بن جائیں یعنی مسلسل علمی سلسلہ جاری رہے، جہالت والا ایک دن بھی نہیں گزارنا۔

طالبہ: جیسے روزانہ کی روٹین یہی ہوتی ہے کہ صبح نماز پڑھتے ہیں، اذکار بھی کرتے ہیں، صبح قرآن کی تلاوت بھی ہوتی ہے، کلاس بھی ہوتی ہے، اس میں بیٹھ کر سیکھتے بھی ہیں لیکن میرے اندر یہ تشنگی ہوتی ہے کہ نہیں ابھی اور چاہیے۔

استاذہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنا ذاتی پلان نہیں بنایا ہوا کہ میں نے ذاتی طور پر اللہ کی کتاب سے کیا کچھ لینا ہے؟ اس کے لیے تلاوت اور تفسیر کی پلاننگ Proper نہیں ہے، کوئی angle سیٹ نہیں کیا ہوگا کہ میں نے اس پر غور وفکر کرنا ہے۔ جب آپ کسی خاص زاویے کو سیٹ کر لیں تو آپ کا ذہن اس پر کھلنا شروع ہو جاتا ہے اور آپ ایک اُمید سے جڑے رہتے ہیں اور آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ بغیر پلاننگ کے جو کچھ آپ پڑھتے ہیں، اس کو آگے کی سطح پر لے آئیں اور اس کو target کے ساتھ پڑھیں۔ کیا آج تک آپ نے خود سے کبھی مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے قرآنِ حکیم کو study کیا ہے؟ نہیں کیا تو یہ ہے وجہ۔ مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے قرآنِ کریم study کریں، تفسیر کو study کریں، آپ بالکل بدل جائیں گی، انشاءاللہ Satisfaction ملے گی۔ اس سے قلب حق کا عکس بناتا رہے گا۔ وہ عکس موجود رہے گا، کیفیت فرق رہے گی اور عمل میں فرق آئے گا۔

طالبہ: مقصد سے آپ کی کیا مراد ہے؟

استاذہ: آپ کو اپنی مثال دینا چاہتی ہوں کہ جب میں نے قرآنِ حکیم کو پہلی دفعہ اس نیت سے پڑھا تھا کہ میں نے قرآن میں سے اپنے عمل کے لئے کوئی ایک چیز ضرور لینی

ہے تو میں نے قرآنِ حکیم کے topics پڑھتے ہوئے پہلے اس سوال کو سامنے رکھا کہ 'کیا ہے؟' مثلاً یہ کہ قرآن کیا ہے؟ اسی طرح جب میں نے 'حمد' کے بارے میں پڑھا تو میں نے سوچا کہ 'حمد کیا ہے'؟ اسی طرح سے رحمت کے بارے یہ سوچا کہ 'رحمت کیا ہے؟' اس کے بعد یہ کہ 'ربّ العالمین کا تصور کیا ہے'؟ مالکِ یوم الدین کے تصور کے بارے میں دیکھا کہ 'یہ کیا ہے؟' اسی طرح آخر میں خناس اور پھر شر تک کو بھی دیکھا کہ 'وہ کیا ہے؟' اس طرح پورے قرآن کو پڑھتے ہوئے ہر جگہ پر 'کیا' ضرور پوچھا۔ پھر اگلی بار میں نے قرآن کو اس سوال کو سامنے رکھ کر پڑھا کہ 'کیوں ہے؟' اسی طرح اگلی بار یہ مقصد رکھا تھا 'اھدنا الصراط المستقیم' تو ہر جگہ پر پھر وہی چیز جھلکتی تھی۔ ایک بار یہ سامنے رکھا تھا کہ

لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (الحشر:20)

''جنت میں جانے والے اور دوزخ میں جانے والے برابر نہیں ہو سکتے''۔

صفات کے لحاظ سے دیکھیں کہ ہر آیت پھر فیصلہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ پچھلے سال تعلیم القرآن کورس میں کون سا angle آپ نے feel کیا؟ ہر رکوع کے حوالے سے تعلق باللہ اور اس دفعہ کیا angle سامنے ہے؟ ''قرآن سیرتِ رسول ﷺ کی روشنی میں''۔ اس کورس میں تعلق باللہ کے ساتھ دو تین خاص angles جو اس دفعہ جمع کیے ہیں یعنی تعلق بالرسول ﷺ، مقصدِ زندگی اور انجام۔ جب انسان کسی خاص angle سے قرآن کو study کرتا ہے تو اس کو Satisfaction ملتی ہے، پھر وہاں سے حق کھلنا شروع ہو جاتا ہے۔ آپ حق کو کھولنے کے لیے کوئی چیز تو سامنے رکھیں کہ آپ کے اندر طلب ہے، تڑپ ہے، پیاس ہے، اس کو سامنے رکھ کر آپ پڑھیں، آپ پر حق منکشف ہونا شروع ہو جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ انکشافِ

حق تو ایسے ہی ہوتا ہے۔

طالبہ: ہم تو ہاسٹل میں رہ کر باقاعدہ سیکھ رہے ہیں مگر جو شادی شدہ افراد گھروں میں ہیں وہ کیسے سیکھیں؟ پریکٹیکل ways بتا دیں کہ کیسے قائل کیا جائے؟

استاذہ: شادی کوئی علم کی موت کا نام نہیں ہے، نہ ہی شادی شدہ افراد کو حق کی معرفت کا علم حاصل کرنا منع ہے۔ان کے لیے بھی علم حاصل کرنا ویسا ہی ضروری ہے جیسے غیر شادی شدہ لوگوں کے لیے۔آپ دیکھیں اس میں ایک چیز جھلکتی ہے کہ شادی شدہ افراد کیسے کر سکتے ہیں؟ شادی شدہ لوگوں نے بھی جان دینی ہے چاہے سو بچے پیدا کر لیں، جانا تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی ہے چاہے کروڑوں کا، اربوں کا بزنس کر لیں، جانا تو ہے۔ جب یہ Reality ہے کہ رہنا ہی نہیں ہے، جانا ہے تو پھر جانے کی تیاری کرنی ہے اور پہلی تیاری حق شناسی ہے۔حق شناسی کے لیے علم کی ضرورت ہے۔جب ایک انسان need analysis کرتا ہے تو اس کے لیے ضرور کوشش کرتا ہے۔کوشش کا انحصار طلب پر ہوتا ہے اور جتنا انسان کسی Reality کے بارے میں جانتا ہے اتنا ہی اُس کی کوششوں کا رخ بھی بدل جاتا ہے۔

طالبہ: مجھے لگتا ہے کہ میرا تو ذہن ہی خراب ہے۔ایسا لگتا ہے کہ عمر کے پندرہ سولہ سال پڑھتے رہے، اب پھر علم حاصل کر رہے ہیں تو کیا ساری زندگی ایک ہی کام کرنا ہے؟ آخر گھر میں کب رہیں گے؟

استاذہ: اصل میں غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے یہ سوال سامنے آیا۔جیسے عقل سے انسان کام نہیں لیتا تو اسے لگتا ہے کہ علم حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے کہ گھر چھوڑ کر یہاں بیٹھ جائیں۔ بات یہ ہے کہ جس وقت انسان علم حاصل کرلے تو اپنے گھر پر رہتے ہوئے دین کا کام کرے۔ابھی ہم نے یہ حدیث دیکھی کہ یا تو علم سیکھیں یا پھر

سکھانا شروع کر دیں۔ اپنی دنیا آپ پیدا کرنا شروع کر دیں۔ خود اپنے لئے بھی پڑھیں جیسے مہینے میں ایک دفعہ مرکز میں دو تین دن سیکھنے کے لیے آ گئے، پھر اپنے علاقے میں گئے، پھر کام کیا، پھر اسی طرح جتنی جتنی ضرورت محسوس ہوئی اتنا اتنا ساتھ ساتھ کوشش کرتے رہے اور علم کو آگے transfer کرتے رہے۔ علم پھیلانے سے طلب بڑھتی ہے، انسان کو پتہ لگ جاتا ہے کہ میں کتنے پانی میں ہوں؟ جب تک آپ کے اندر طلب جاری رہے گی، آپ اس کا پیچھا کرتے رہیں گے۔ اس کے لیے کوئی بھی way اختیار کر لیں۔

اس وقت بھی دیکھیں کہ دنیا کے کتنے علاقوں میں بیٹھے ہوئے افراد قرآن کلاسز attend کر رہے ہیں۔ مجھے کبھی کبھی Online Quran Classes اٹینڈ کرنے والوں کے حوالے سے وہ حدیث یاد آتی ہے کہ مدینہ میں رہنے والے کچھ افراد ایسے ہیں کہ کوئی گھاٹی ایسی نہیں جو انہوں نے عبور نہ کی ہو اور کوئی وادی ایسی نہیں جو انہوں نے پار نہ کی ہو۔ رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک کے لیے گئے تھے تو کچھ افراد کے دل کے اندر اتنی تڑپ، اتنی لگن تھی کہ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میں نے تو انہیں تمہارے ساتھ ہی شامل کر دیا، جہاں جہاں بھی تم رہے، وہاں وہاں وہ بھی تمہارے ساتھ رہے۔ طلب، تڑپ ہو تو انسان کہاں بیٹھے ہوئے بھی شامل ہو سکتا ہے!

آن لائن طالبہ: اب جو دل پر جلدی اثر نہیں ہوتا تو کیا اس کی وجہ علم حاصل کرنے سے پہلے والے گناہ ہیں؟ کیا دل بالکل پاک نہیں ہو سکتا؟

استاذہ: کیوں نہیں پاک ہو سکتا؟ توبہ، استغفار، اللہ تعالیٰ سے تعلق، دُعائیں، یہ چیزیں آپ کو بہت آگے لے جائیں گی انشاءاللہ اور یہ کہ صرف علم حاصل کرنے سے پہلے والے گناہ ہی نہیں بلکہ علم حاصل کرنے کے دوران والے گناہ بھی دل کو کالا کرتے ہیں۔

لہٰذا مسلسل توبہ کرنا اور اپنی فکر کرنا ضروری ہے۔ اپنی زندگی کو حصوں میں کیوں بانٹ لیتے ہیں کہ اب علم حاصل کرنا شروع کیا ہے تو اب گناہ نہیں ہوں گے۔ یہ غلطیاں تو ہر موڑ پر ہوتی ہیں۔ لہٰذا غلطیوں سے رب کی پناہ مانگنی ہے اور یہ دُعا کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں غلطیوں سے پاک کر دے۔

آن لائن طالبہ: طلب بھی ہے، تڑپ بھی ہے مگر plan نہیں ہو پاتا، استقامت نہیں ہے تو اس کے لیے کیا کروں؟

استاذہ: postpone کر دیتی ہیں، کہتی ہیں کہ چلو ٹھیک ہے ایک ہفتہ ٹھہر کر کرلوں گی، دس دن ٹھہر کر کرلوں گی۔ جب آپ کو ایک حقیقت کا پتہ چل گیا، آپ نے ارادہ کرلیا، موقع بن گیا تو موقع شناس افراد کی طرح موقع سے فائدہ اٹھائیں، بالکل دیر نہ کریں۔ یہی چیز آپ کو حق پر جمادے گی۔ اگر آپ postpone کرتے ہیں تو آپ کی اپنی نیت، اپنے ارادے اتنے مضبوط نہیں رہتے اور پھر اردگرد کے افراد آپ کو اس ارادے سے ہٹانے کے لیے بہت کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، اللہ تعالیٰ راستے آسان کرے گا اور استقامت تو ظاہر ہے کہ انسان کی طرف سے ہے۔ کوشش انسان کی طرف سے اور کوشش کرنے والے کا دل اللہ تعالیٰ جما دیتا ہے۔

طالبہ: آپ نے کہا تھا کہ شفاف آئینے میں اور اس آئینے میں فرق ہے جس پر دھبہ لگ چکا ہو تو توبہ کرنے، معافی مانگنے اور دُعائیں کرنے سے بھی دل کا آئینہ پہلے جیسا نہیں ہوسکتا تو میں مسلسل سوچ رہی ہوں لیکن 'کیسے' سے آگے نہیں جا رہی، اپنے ساتھ مخلص ہونا چاہتی ہوں۔

استاذہ: 'پہلے جیسی حالت نہیں ہوسکتی' سے مراد یہ ہے کہ ایک انسان کے دل کے اندر بے

شک وہ شفاف ہو جائے ،اللہ تعالیٰ معاف بھی کر دے لیکن غلطی کی ، گناہ کی کسک رہتی ہے۔ بار بار یہ خیال آتا ہے کہ ایسا کیوں کیا تھا؟ کیوں کیا تھا؟ پھر انسان معافی مانگ لیتا ہے، پھر خیال آتا ہے کہ کیوں کیا تھا؟ بار بار پچھتاوا، حسرت اور ندامت ہوتی ہے۔اب پہلے والی کیفیت نہیں رہی ،اس لیے غلطیاں کرنے سے، گناہ کرنے سے بچنا چاہیے کیونکہ انسان کو خود نقصان ہوتا ہے۔

طالبہ:اسی حوالے سے میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہی حسرت ہی تو آپ کو آگے لے جاتی ہے، آپ کو آگے بڑھنے میں مدد دیتی ہے تو کیا یہ چیز ٹھیک نہیں ہے؟

استاذہ:یعنی آگے جانے کے لیے انسان غلطیاں ہی کرتا جائے؟

طالبہ:غلطیاں تو انسان سے ہوتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ انسان ہونے کے ناطے آپ نہ بھی کرنا چاہیں تو آپ سے کچھ نہ کچھ ہو جاتا ہے۔اس پہ حسرت بھی ہوتی ہے، ندامت بھی ہوتی ہے۔

استاذہ:اگر چہ ندامت کا ہونا مثبت ہے لیکن ندامت کے مواقع پہ جان بوجھ کر یہ سوچنا کہ بعد میں پھر پچھتائیں گے،توبہ کرلیں گے تو یہ مواقع پیدا نہیں کرنے چاہئیں۔ ندامت تو بہت اچھی چیز ہے۔ انسان کے اندر ندامت ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے وہ دوبارہ غلطی نہیں کرتا۔ احساسِ ندامت انسان کو گناہوں سے پاک کرنے میں مددگار ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ ایک انسان اگر غلطی نہ ہی کرے تو پھر ندامت کی ضرورت نہیں پڑتی ،یعنی غلطیوں سے پاک رہنا چاہیے۔ یہ جو بات ہے کہ اب یہ کام کر لیتے ہیں، پھر بعد میں اس سے توبہ کرلیں گے تو یہ انسان کو پہلے والی حالت پر ٹکنے نہیں دیتی۔